﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

ہفت روزہ
الفضل
انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد13 | جمعۃ المبارک 31/مارچ 2006ء | شمارہ 13
01/ربیع الاول1427ہجری قمری ❁ 31/امان 1385 ہجری شمسی

بڑے بڑے نشانات

حضرت ابوقتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بڑے بڑے نشانات کا ظہور دوسو سال بعد ہوگا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب الآیات)

شرح ابن ماجہ میں ہے کہ دوسو سے مراد ایک ہزار کے بعد دوسو سال ہیں۔ یعنی 1200ھ کے بعد عظیم نشانات ظاہر ہوں گے۔

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

دنیاداروں نے تو یہی سمجھ لیا ہے کہ یورپ کی تقلید سے ترقی ہوگی۔ مگر مَیں کہتا ہوں کہ ترقی ہمیشہ راستبازی سے ہوا کرتی ہے۔

جب تک قوم اللہ تعالیٰ کے لئے قدم نہیں اٹھاتی اور اپنے دلوں کو پاک وصاف نہیں کرتی کبھی ممکن نہیں کہ یہ قوم ترقی کر سکے۔

یہ لوگ جو قومی ترقی، قومی ترقی کا شور مچا رہے ہیں مَیں ان کی آوازوں کو سن کر حیران ہوا کرتا ہوں کہ شاید ان کو مرنا ہی بھولا ہوا ہے اور ناپائیدار زندگی کو انہوں نے مقدم کرلیا ہے۔

جب انسان تعصّب سے پاک ہوکر تدبّر سے قرآن شریف کو دیکھے گا اور اعراض صوری اور معنوی سے باز رہے گا بلکہ دعاؤں میں لگا رہے گا تب ترقی ہوگی۔

''لوگ چاہتے ہیں کہ ترقی ہو مگر وہ نہیں جانتے کہ ترقی کس طرح ہوا کرتی ہے۔ دنیاداروں نے تو یہی سمجھ لیا ہے کہ یورپ کی تقلید سے ترقی ہوگی۔ مگر مَیں کہتا ہوں کہ ترقی ہمیشہ راستبازی سے ہوا کرتی ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے نمونہ رکھا ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ؐ کی جماعت کا نمونہ دیکھو۔ ترقی اسی طرح ہوگی جیسے پہلے ہوئی تھی۔ اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ پہلے جو ترقی ہوئی وہ صلاح اور تقویٰ اور راستبازی سے ہوئی تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے جویا ہوئے اور اس کے احکام کے تابع ہوئے۔ اب بھی جب ترقی ہوگی اسی طرح ہوگی۔

سید احمد خان قَوْمِیْ قَوْمِیْ کہتے تھے مگر افسوس ہے کہ وہ ایک بیٹے کی بھی اصلاح نہ کر سکے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دعویٰ کرنا اور چیز ہے اور اس دعویٰ کی صداقت کو دکھانا اَور بات۔ اصل یہی ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں سکھایا ہے۔ جب تک مسلمان قرآن شریف کے پورے متّبع اور پابند نہیں ہوتے وہ کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتے۔ جس قدر وہ قرآن شریف سے دور جا رہے ہیں اسی قدر وہ ترقی کے مدارج اور راہوں سے دور جا رہے ہیں۔ قرآن شریف پر عمل ہی ترقی اور ہدایت کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجارت، زراعت اور ذرائع معاش سے جو حلال ہوں منع نہیں کیا۔ مگر ہاں اس کو مقصود بالذات قرار نہ دیا جاوے بلکہ اس کو بطور خادمِ دین رکھنا چاہئے۔ زکوٰۃ سے بھی یہی منشا ہے کہ وہ مال خادمِ دین ہو۔ خوب یاد رکھو کہ اصل طریق ترقی کا یہی ہے۔

جب تک قوم اللہ تعالیٰ کے لئے قدم نہیں اٹھاتی اور اپنے دلوں کو پاک وصاف نہیں کرتی کبھی ممکن نہیں کہ یہ قوم ترقی کر سکے۔ یہ خیال محض غلط ہے کہ صرف انگریزی پڑھنے اور انگریزی لباس پہننے اور شراب پینے اور فسق وفجور میں مبتلا ہونے سے ترقی ہوسکتی ہے۔ یہ تو ہلاک کرنے کی راہ ہے۔ نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جو قوم رہتی تھی کیا وہ معاش اور آسائش کے سامان نہ رکھتے تھے؟ کیا وہ انگریزی ہی پڑھے ہوئے تھے؟ اسی طرح لوط علیہ السلام کے زمانہ میں بھی معاش کے ذریعے تھے۔ اسی طرح اس زمانہ میں بھی معاش کے بعض ذریعے ہیں جن میں سے ایک یہ زبان بھی ہے جو معاش کا ذریعہ سمجھی گئی ہے۔ لیکن وہ زبان جو خدا تعالیٰ کی زبان ہے اُسے اللہ تعالیٰ نے علم ومعرفت کی کنجی بنایا ہے۔ جب انسان تعصّب سے پاک ہوکر تدبّر سے قرآن شریف کو دیکھے گا اور اعراضِ صُوری اور معنوی سے باز رہے گا بلکہ دعاؤں میں لگا رہے گا تب ترقی ہوگی۔

یہ لوگ جو قومی ترقی، قومی ترقی کا شور مچا رہے ہیں مَیں ان کی آوازوں کو سن کر حیران ہوا کرتا ہوں کہ شاید ان کو مرنا ہی بھولا ہوا ہے اور ناپائیدار زندگی کو انہوں نے مقدم کرلیا ہے۔ یہ چاہتے ہیں کہ یورپ جیسے امیر کبیر بن جاویں۔ ہم منع نہیں کرتے کہ حدِ مناسب تک کوئی کوشش نہ کرے۔ مگر افراط تو مذموم امر ہے۔ افسوس ان ترقی چاہنے والوں کے نزدیک عملی طور پر ہر ایک بدی حلال ہے یہاں تک کہ زنا بھی۔ جیسا کہ یورپ کا عملی طرز بتا رہا ہے۔ اگر یہی ترقی ہے تو پھر ہلاکت کیا ہوگی؟ پس تم اپنی نیتوں کو صاف کرو۔ اللہ تعالیٰ کو رضامند کرو، دعاؤں میں لگے رہو اور دین کی اشاعت کے لئے دعا کرو۔ پھر منع نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ نے جس قسم کی استعداد اور مناسبت معاش کے لئے دی ہے اس سے کام لو۔ زراعت ہو یا ملازمت یا تجارت کرو مگر یہ نہیں کہ اس کو مقصود بالذات سمجھ کر دل اس سے لگا لو۔ بلکہ دل اس سے ہمیشہ اداس رکھو اور اسے ایک ابتلا سمجھو اور دعا کرتے رہو کہ خدا تعالیٰ وہ زمانہ لاوے کہ فراغت کا زمانہ یادِ الٰہی کے لئے میسر آوے۔ میری غرض اور تعلیم تو یہ ہے۔ جو اس پر مخالفت کرے اس کا اختیار ہے۔ ہنسی کرے اختیار ہے مگر حق یہی ہے۔

جو لوگ آزاد مشرب ہیں وہ ایسی باتوں پر سخت ہنسی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ اطفال کے درجہ پر ہیں اور ہمیں تیرہ سو برس پیچھے لے جاتے ہیں۔ مگر جن میں تقویٰ ہو اور موت کو یاد رکھتے ہیں وہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان دونوں میں سے حق پر کون ہے؟

مَیں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ جب تک صحت ہے اس وقت تک یہ لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں لیکن جب ذرا مبتلا ہوتے ہیں تو ہوش میں آجاتے ہیں۔ نیچری مذہب کے لئے اسی قدر مستحکم ہوگا جس قدر دنیوی آسائش وآرام میسّر ہوگا۔ جس قدر مصائب ہوں گے ڈھیلا ہوتا جائے گا۔ جو شخص دنیوی وجاہت اور عہدہ پاتا ہے اور قوم میں ایک عزّت دیکھتا ہے وہ کیا سمجھ سکتا ہے کہ دین کیا چیز ہے؟ جو گروہ نمازوں میں تخفیف کرنی چاہتا ہے اور روزوں کو اڑانا چاہتا ہے اور قرآن شریف کی ترمیم کرنے کا خواہشمند ہے اگر اسے ترقی ہو تو سمجھ لو کہ انجام کیا ہو''۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 379-381 جدید ایڈیشن)

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اداریہ

کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو

روزنامہ جنگ لندن میں مندرجہ ذیل خبر شائع ہوئی ہے:

توہین آمیز خاکے: قادیانیوں کی یقین دہانی سے دھوکہ کھا گئے۔ڈینش انٹیلی جنس افسر کا انکشاف۔

کوپن ہیگن: رپورٹ ڈاکٹر جاوید کنول۔ڈنمارک کے خفیہ ادارے کے ایک ذمہ دار افسر نے اپنا نام اور عہدہ صیغہ راز میں رکھنے کی شرط پر کارٹون کے معاملہ پر گفتگو کرتے ہوئے جنگ کو بتایا کہ ستمبر 2005ء میں قادیانیوں کا سالانہ جلسہ ڈنمارک میں ہوا جس میں قادیانیوں کے مرکزی ذمہ داران نے شرکت کی۔اس موقع پر قادیانیوں کے ایک وفد نے ڈینش وزیر سے ملاقات کے دوران جہاد کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ وہی اسلام کی حقیقی تعلیمات کے علمبردار ہیں اور ان کے نبی مرزا غلام احمد قادیانی (نَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِک) نے جہاد کو منسوخ قرار دیا ہے۔مرزا غلام احمد قادیانی نے اسلامی احکامات تبدیل کر دئے ہیں اس لئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ان کا عہد ختم ہو چکا ہے۔(نَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِک)۔ان کی اس یقین دہانی پر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار صرف سعودی عرب تک محدود ہیں ،30/ستمبر کو ڈینش اخبار نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بارہ کارٹون شائع کئے جن کا مرکزی نکتہ فلسفہ جہاد پر حملہ کرنا ہے۔اعلیٰ ڈینش افسر نے کہا کہ ہمیں جنوری کے آغاز تک اس بات کا یقین تھا کہ قادیانیوں کا دعویٰ سچا تھا۔......اس ذمہ دار افسر نے اس نمائندے کو اس ملاقات کی ویڈیو ٹیپ بھی سنائی جس میں ڈینش ،اردو اور انگریزی زبان میں گفتگو ریکارڈ تھی۔..........‘‘۔(روزنامہ جنگ لندن 2/ مارچ 2006ء)

اس خبر پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے سیر حاصل تبصرہ کرتے ہوئے اس کو بے بنیاد افتراء قرار دیا اور قرآنی الفاظ میں اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبہ جمعہ کا متن گزشتہ شمارہ میں شائع ہو چکا ہے۔

حق و صداقت کے مقابلہ میں جھوٹ ہی ہوسکتا ہے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے خلاف ہمیشہ سے من گھڑت اور جھوٹی باتوں کو پیش کر کے جماعت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔مخالفین احمدیت نے جماعت کے آغاز سے ہی جھوٹی صحافت کو جماعت کے خلاف استعمال کیا۔بٹالہ سے نکلنے والا رسالہ ’’اشاعت السنۃ‘‘، امرتسر سے نکلنے والا ’’اہل حدیث‘‘ اور بعض دوسرے اخباروں نے یہ کام حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی زندگی میں ہی شروع کر دیا تھا۔اس کے بعد ’’زمیندار‘‘ اخبار نے مشہور صحافی ظفر علی خان کی زیر ادارت اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ ’’زمیندار‘‘ کی پیشانی پر یہ شعر لکھا ہوا تھا ؎

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

رسالہ ’’اشاعت السنۃ‘‘ کے بانی و مدیر بڑی حسرت سے اپنی ناکامی و خانہ بربادی کا نظارہ کرتے ہوئے دنیا سے اٹھ گئے ۔امرتسر کے مخالف مولوی صاحب کو لمبی عمر دی گئی کہ وہ جماعت کی شاندار کامیابی کو دیکھ سکیں اور ان کی حسرت میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے۔مولوی ظفر علی خان صاحب بھی ’’زمیندار‘‘ کا چراغ ٹمٹماتے ہوئے اور نور خدا کی چمک اور روشنی کو دنیا بھر میں پھیلتے ہوئے اپنی حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے رہے۔ یہ فہرست تو بہت لمبی ہوسکتی ہے تاہم نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ:

تیرے مکروں سے اے جاہل مرا نقصاں نہیں ہرگز

مذکورہ بالا من گھڑت خبر کا مقصد بھی یہی ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کی عقیدت و پیار کے جذبہ سے سستی شہرت اور سیاسی فائدے حاصل کئے جائیں ۔ ناموسِ رسالت جیسے اہم اور مقدس معاملہ کو صحیح طریق اور اسلامی تعلیم کے مطابق حل کرنے اور آئندہ کے لئے ایسی حرکات کے اعادہ کو روکنے کی بجائے اسے جھوٹ اور افترا پردازی سے غلط راستے پر لگانے کی کوشش کرتے ہوئے دنیا بھر پر یہ ظاہر کیا جائے کہ ہمارا مقصد محض دنیوی فوائد حاصل کرنا ہے اور ہم اس مقصد کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام کو بھی غلط طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

جنگ اخبار کی مذکورہ بالا خبر کو بنظر غور دیکھا جاوے تو بغیر کسی تحقیق کے پتہ مل جاتا ہے کہ یہ جھوٹ کا ایک پلندہ ہے اور نامہ نگار نے ایک ایسی بات کو اچھالنے اور اس سے فساد فی الارض پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جو اس کے ذہن کی پیداوار ہے ورنہ ڈینش افسر کو اپنا نام اور عہدہ چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔

خفیہ ایجنسی کا فرضی افسر اتنا باخبر ہے کہ اسے یہ بھی علم نہیں ہے کہ امسال ڈنمارک میں جماعت احمدیہ کا کوئی جلسہ سالانہ سرے سے منعقد ہی نہیں ہوا۔اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ دنیا میں سعودی عرب کے علاوہ بھی مسلمان سب جگہ پائے جاتے ہیں۔اسے ڈنمارک میں موجود مسلمانوں کی بھی خبر نہیں ہے۔اسے یورپ کے تمام ممالک میں، دنیا کے تمام براعظموں میں مسلمانوں کی موجودگی کا کوئی علم نہیں ہے۔وہ پتھر کے زمانے کا انسان ہے یا کسی ایسی غار میں رہتا ہے جہاں سورج کی روشنی اور چاند کی چاندنی کا گزر نہیں ہوسکتا اور اس نے ’’قادیانیوں‘‘ کی یقین دہانی پر یہ سمجھ لیا کہ صرف سعودی عرب میں ہی مسلمان بستے ہیں۔

جہاد اگر دہشتگردی کا نام ہے تو یقیناً اسلام میں جائز نہیں ہے۔ یہ حقیقت سچے مسلمانوں کو قرآن مجید میں غور کرنے اور احادیث پڑھنے سے معلوم ہوتی ہے مگر آج کل عام مسلمانوں کو بھی یہ بات سمجھ تو آنے لگی ہے مگر امریکہ کے سمجھانے سے۔...........اسی لئے کہتے ہیں کہ ؎ ہر ایک دانا کند کند ناداں لیک بعد از خرابی بسیار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور اسلام کے خادم ہیں ؎

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں

(عبدالباسط شاہد)

جلسہ قادیان 2005ء کی یاد میں

سورج نکل رہا تھا نئے اہتمام سے
وہ وقت ماورا تھا غمِ صبح و شام سے
ہر حرف جیسے عرش سے محوِ نزول تھا
ہم پا رہے تھے دید کی لذت کلام سے
موسم پہن رہا تھا ترے نام کا لباس
اور چل رہا تھا وقت بہت احترام سے
کیا روز و شب تھے ، رنگ تھے جن کے ملے ہوئے
دورِ غلامِ احمد علیہ السلام سے
اے خاکِ پائے حضرتِ احمدؑ تجھے سلام
پہچان ہے ہماری ، ترے پاک نام سے
اب موسموں کی قید سے آزاد ہوگئی
وابستہ ہے بہار ہمارے امام سے
جیسے خدا کے فضل سے بادِ شفا چلے
منظر وہی بنا تھا تمہارے خرام سے
یہ جان ، مال ، وقت ، سبھی آپ کا تو ہے
جو چاہتے ہیں مانگئے اپنے غلام سے

(آصف محمود باسط)

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل کی تاریخ میں
ایک نیا سنگ میل

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ’’یوم مسیح موعود علیہ السلام‘‘ کے مبارک موقع پر 23/مارچ 2006ء کو ایم ٹی اے کے نئے آٹو میٹڈ براڈ کاسٹ سرور سسٹم (Automated Broadcast Server System) کا افتتاح فرمایا۔اس موقع پر منعقد ہونے والی تقریب کو مواصلاتی رابطے کے ذریعہ ساری دنیا میں Live ٹیلی کاسٹ کیا گیا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دعا سے قبل نئے سسٹم کے بارہ میں تمام معلومات سے آگاہی حاصل کرتے ہوئے اس کے مختلف شعبہ جات کا معائنہ فرمایا اور بٹن دبا کر نئے سسٹم کا افتتاح فرمایا۔

آخر میں دعا کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اور مہمانوں کی خدمت میں مٹھائی پیش کی گئی۔ بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت ایم ٹی اے کے تمام کارکنان کے ساتھ تصویر بنوائی اور اس طرح اس بابرکت تقریب کا اختتام ہوا۔

یہاں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ بیک وقت مختلف زبانوں میں پروگرام نشر کرنے کے لحاظ سے یہ سسٹم فی الحال دنیا میں ایم ٹی اے کے علاوہ صرف ایک اور چینل کے زیر استعمال ہے۔ اللہ تعالیٰ ایم ٹی اے کا یہ سنگ میل بہت ہی بابرکت کرے۔ آمین

دعاؤں کی عادت ڈالیں اور یہی روح اپنی اولاد میں بھی پیدا کریں۔

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی

عظیم الشان دینی خدمات

(فضیل عیاض احمد۔ ربوہ)

اٹھارہویں اورانیسویں صدی کا عالمی منظر نامہ

اٹھارہویں اور انیسویں صدی کا عالمی منظر نامہ مسلمانوں کے زوال سے عبارت ہے۔یہ وہ دور ہے جب مسلمانوں کی بڑی سلطنتیں،شرق اوسط اور ایشیائے کوچک میں سلطنت عثمانیہ اور ہندوستان میں سلطنت مغلیہ اپنی زندگی کی آخری سانسیں گن رہی تھیں۔ جزائر برطانیہ اور یورپ کے مختلف ملکوں سے نکلنے والی قوموں نے تجارت کے نام پر دنیا بھر میں اپنی حکمرانی کا سکہ جمانا شروع کردیا تھا۔ہندوستان کے جنوبی ساحلوں پر پرتگالیوں اور انگریزوں کی تجارتی کوٹھیاں قائم ہوچکی تھیں۔مسلمان حکمران باہمی اختلافات کا شکار ہوکر باہم دست وگریباں تھے۔عیسائی مذہب کے منّاد پوری دنیا کو اپنے مزعومہ خدا، خداوند یسوع مسیح کے زیرنگیں لانے کے لئے سرتاپا کوشش بن چکے تھے۔عیسائی پادری اور بشپ یہ خواب دیکھ رہے تھے کہ ”اب وہ دن دورنہیں کہ صلیب کی چمکار آبنائے باسفورس کے پانیوں کوعبور کرتی ہوئی خاص خانہ کعبہ پر چمکے گی“۔ اوران کا یہ خواب حقیقت بننے کے نہ صرف قریب بلکہ پورا ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ہندوستان کے طول وعرض میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں مسلمان محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہٴ توحید ترک کرکے خداوند یسوع مسیح کے نام کی مالا جپنے لگے تھے۔عیسائیت کی تو بات ہی کیا تھی،مولوی عمادالدین، پادری عمادالدین،عبداللہ،عبداللہ آتھم (آتھم)،بن چکا تھا، حفاظ قرآن بائبل کا ورد کرنے لگے تھے۔مسلمانوں کے عقائد اور ان کے معتقدات کی دھجیاں اڑانے کے لئے پادری فنڈر کی میزان الحق جیسی تصنیفات منظر عام پر تھیں۔

جزائر برطانیہ سے آنے والے حکمران یہ اعلان کر رہے تھے کہ ہم ہندوستان کوخداوند یسوع مسیح کے نام پر اپنے زیرنگیں کرتے ہیں۔

"In 1836 the year before Queen Victoria came to the throne,Bishop Daniel Wilson, after a summer sojourn at Simla,was floating down the river Sutlej in a large native boat.On His left stretched the vast domain of Brithish India. On his right was the punjab, or Land of the five rivers (*Punj=Five; ab=River*); then under independent rule.Rising to his feet and stretching out his hands towards the foreign shore the Bishop solemnly exclaimed" *I take possession of this land in the name of my Lord & Master Jesus Christ."*

(The History Of the Church Missionary Society by Eugene Stock Vol.II Published by London Church Missionary Society Salisbury Square E.C 1899)

”1836ء میں ملکہ وکٹوریہ کے تخت نشین ہونے سے ایک سال پہلے بشپ ڈینئل ولسن موسم گرما میں شملہ میں عارضی قیام کے دوران شملہ کے قریب ایک مقامی کشتی میں بیٹھے ہوئے دریائے ستلج کی سیر کر رہا تھا۔اس کے دائیں طرف برطانوی ہند کی وسیع مملکت پھیلی ہوئی تھی اور بائیں طرف پنجاب تھا۔پانچ دریاؤں کی سرزمین۔جو ان دنوں خودمختار حکومت کے ماتحت تھا۔کشتی میں اپنے پاؤں پر کھڑے ہوتے ہوئے اور اپنا ہاتھ غیر ملکی سرزمین کی طرف پھیلاتے ہوئے بشپ نے سنجیدگی سے اس امر کا اعلان کیا کہ میں اس سرزمین کو خداوند یسوع مسیح کے نام پر اپنے زیرنگیں کرتا ہوں۔“

ہندومت والوں نے یکبارگی مسلمانوں پرحملہ کردیا تھا۔کروڑوں دیوتاؤں کے پجاری ایک خدا کے ماننے والوں پرمنطق اور فلسفہ کی رو سے غالب آرہے تھے۔آریہ سماج جیسی تحریکات جنم لے رہی تھیں جن کا کام ہی مسلمانوں کو شدھ کرکے ہندو بنانا تھا۔وہ اپنی مذہبی فلاسفی کو فلسفہ شہود کا نام دے کر مسلمان علماء کو مات دے رہے تھے۔اور مسلمان علماء اور عوام ان مذاہب کے سامنے بھیگی بلّی بنے خوابِ خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ان کی تمام تر مساعی باہمی مذہبی آویزشوں پر مرکوز تھیں۔حلت وحرمت غراب (کوے کے حلال وحرام ہونے) پر بحث ہوتی تھی،شلوار ٹخنوں سے اوپر ہو یا نیچے،ان کی بحثوں کا ایک محبوب موضوع تھا۔شیعہ سنی تنازعات ایک عام سی بات تھے اور ”ہے دین کی کیا حالت یہ ان کی بلا جانے والا“ معاملہ تھا۔

ظہور مسیح موعود علیہ السلام

ایسے میں جب کہ ہر طرف ایک ہی غلغلہ تھا کہ مسلمان اب زوال پذیر ہوچکے اور ان کے اس زوال پر مرثیے تک لکھے جا چکے تھے ایک روح تھی جو اسلام کے درد میں گداز تھی۔ایک دل تھا جو اسلام کی اس المناک کیفیت پر تڑپ رہا تھا۔ایک قلم تھا جو اسلام کی تائید میں چل رہا تھا۔ ایک شخص تھا جو عشق محمدؐ میں گداز ہوکر خدا کے حضور لرزاں و ترساں گریاں تھا۔خدا کی محبت کی نظر اس پر پڑی اور خداتعالیٰ نے اس کوعصر بیمار کا مسیحا بنا کر کھڑا کیا۔اس نے مسلمانوں کے لئے اعلان کیا کہ وہ وہی امام مہدی ہے جس کی انتظار میں لاکھوں روحیں تڑپتی ہوئیں واصل حق ہوئیں۔ اس نے خدا سے خبر پاکر کہا کہ اے منتظران مسیح جس عیسیٰ اور یسوع کے تم منتظر ہو وہ تو کب کا کشمیر میں دفن ہوچکا اور جس نے آنا تھا وہ مَیں ہوں۔اس لئے اب انتظار عیسیٰ و مسیح چھوڑ دو کہ اس کہ ہم رنگ ہوکر مَیں آیا ہوں۔مَیں ہی اس کا مثیل ہوں اور مجھے ہی ابن مریم کا نام دیا گیا ہے۔اور مَیں ہی وہ دولہا ہوں جس کے انتظار میں کنواریاں صدیوں سے آنکھیں بچھائے بیٹھی ہیں۔

اس نے اپنے ایشور سے سن کر یہ خبر بھی دی کہ اے کرشن کا انتظار کرنے والو! مَیں ہی وہ رُودر گوپال ہوں جس کی مہما گیتا میں لکھی گئی ہے۔مَیں وہی کرشن رُودر ہوں جس کی نسبت بھگوت گیتا چوتھا ادھیائے شلوک 8 میں لکھا ہے کہ:

”نیکوں کی حفاظت کے لئے بروں کو ناش کے لئے دھرم کے قائم کرنے میں ہر ایک یُگ میں ظاہر ہوتا ہوں“۔

اس نے نروان پایا اور خدا اس کی گپھا میں آیا اور اس کو بتایا کہ تو ہی وہ بدھ متیّا ہے جس کے ہاتھوں سے بنی نوع انسان کی مکتی اور نجات وابستہ ہے۔ وہ موعود اقوام عالم بن کر قادیان کی گمنام بستی سے مبعوث ہوا۔وہ خدا کا نشان،اس کی محبتوں کا مورد،مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود مہدی معہود تھا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ﴿هُوَ الَّذِی اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾(الصف:10)

ترجمہ:وہی ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث کیا تا کہ وہ اس (رسول کو اور اس کے لائے ہوئے) دین کو تمام ادیان پرغلبہ عطا فرما دے خواہ مشرک اس بات کو ناپسند ہی کریں۔

اس آیت کی تفسیر میں امت مسلمہ کے اکثر علماء متفق ہیں کہ اس کا تعلق ظہور امام مہدی سے ہے اور یہ غلبہٴ دین جس کا ذکر کیا گیا ہے وہ امام مہدی کی آمد کے ساتھ منسلک ہے۔

اور یہ غلبہ منسلک تھا ایک طویل جدوجہد اور بے انتہا قربانیوں کے ساتھ جن کا آغاز خود سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے کیا۔ایک ایسی جدوجہد جس نے اسلام پر آئی ہوئی شب غربت کو نور مبین میں بدل دیا۔

غیر مذاہب کو دعوت مبارزت

جیسا کہ پہلے ذکر گزر چکا ہے کہ جس زمانے میں سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام کی بعثت ہوئی وہ زمانہ اسلام کے تنزل سے عبارت تھا۔ غیر مذاہب نے اسلام پر یکبارگی ایک ایسا حملہ کیا تھا جس نے مسلمانان ہند کو بالخصوص اور مسلمانان عالم کو بالعموم بوکھلا دیا تھا۔سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کیفیت کو بھانپا اور ایک شیر نر کی طرح میدان وغا میں کود پڑے۔ آپ نے براہین احمدیہ جیسی تصنیف کا بیڑا اٹھایا جس میں ہر مذہب کے ماننے والوں کو یہ چیلنج دیا کہ اسلام کا خدا ایک زندہ خدا ہے۔ اس کی تجلیات اور آیات اب بھی اسی طرح روشن نشان بن کر ظاہر ہوتے ہیں جس طرح پہلے ظاہر ہوتے تھے۔اسلام کی تعلیم ایک نہ مٹنے والی دائمی اور ازلی تعلیم ہے جو روشن دلائل اور براہین اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ اسلام کے رسول مکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رسول ہیں۔آپ نے تمام ادیان کے علماء کو دعوت مبارزت دی کہ آئیں اور اسلام کے مقابل پر اپنے مذاہب کی خوبیاں ظاہر کریں۔اور یہ صرف لفظی مبارزت ہی نہ تھی بلکہ اس کے ساتھ اپنی جملہ جائیداد بطور انعام دینے کا اعلان بھی کیا۔چنانچہ براہین احمدیہ میں لکھا:

”میں جو مصنف اس کتاب براہین احمدیہ کا ہوں ......مَیں مشتہر ایسے مجیب کو بلا عذرے وحیلتے اپنی جائداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دے دوں گا“۔

(براہین احمدیہ حصہ اول)

لیکن کوئی مقابل پر نہ آیا اور جو آئے انہوں نے منہ کی کھائی۔

جب دلائل کے میدان میں کوئی مدمقابل نہ آیا تو آپ نے اسلام کی زندگی ثابت کرنے کی ایک اور ترکیب سوچی۔آپ نے فرمایا کہ براہین احمدیہ کی تصنیف واشاعت وقت لے گی اس لئے ایک خط تمام پادری صاحبان، پنڈتوں، نیچریوں اور ایسے مسلمان علماء کو جو وجود خوارق اور کرامات سے منکر ہیں لکھا جس میں لکھا کہ:

”اصل مدعا خط جس کے ابلاغ سے میں مامور ہوا ہوں یہ ہے کہ دین حق جو خدا کی مرضی کے موافق ہے صرف اسلام ہے اور کتاب حقانی جو من جانب اللہ محفوظ اور واجب العمل ہے صرف قرآن ہے۔اس دین کی حقانیت اور قرآن شریف کی سچائی پر عقلی دلائل کے سوا آسمانی نشانوں (خوارق اور پیشگوئیوں) کی شہادت بھی پائی جاتی ہے جس کو طالب صادق اس خاکسار (مؤلف براہین احمدیہ) کی صحبت اور صبر اختیار کرنے سے بمعائنہ چشم تصدیق کرسکتا ہے۔آپ کو اس دین کی حقانیت یا ان آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہو تو آپ طالب صادق بن کر قادیان تشریف لاویں اور ایک سال تک اس عاجز کی صحبت میں رہ کر ان آسمانی نشانوں کا بچشم خود مشاہدہ کرلیں“۔

مزید یہ لکھا کہ:

”اگر آپ آویں اور ایک سال رہ کر کوئی آسمانی نشان مشاہدہ نہ کریں تو دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے آپ کو حرجانہ یا جرمانہ دیا جائے گا۔اس دوسو روپیہ ماہوار کو آپ اپنے شایان شان نہ سمجھیں تو اپنے حرج اوقات کا عوض یا ہماری وعدہ خلافی کا جرمانہ جو آپ اپنی شان کے لائق قرار دیں گے ہم اس کو بشرط استطاعت قبول کریں“۔

(تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ11-13)

یہ چیلنج مخالفین پر ایک برق بن کر گرا اور کوئی بھی اس هَلْ مِنْ مُبَارِز کے نعرہٴ مستانہ کے مقابل نہ آیا۔ہاں قادیان کے ہندوؤں نے ایک خط کے ذریعہ نشان طلبی کی جس پر ان کے لئے پیشگوئی مصلح موعود کا آسمانی نشان ظاہر ہوا۔

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

پھر لکھا:

”میں پھر ہر یک طالب حق کو یاد دلاتا ہوں کہ وہ دین حق کے نشان اور اسلام کی سچائی کے آسمانی گواہ جس سے ہمارے نابینا علماء بے خبر ہیں وہ مجھ کو عطا کئے گئے ہیں۔مجھے بھیجا گیا ہے تا مَیں ثابت کروں کہ ایک اسلام ہی ہے جو زندہ مذہب ہے اور وہ کرامات مجھے عطا کئے گئے ہیں جن کے مقابلہ سے تمام غیر مذاہب والے اور ہمارے اندرونی اندھے مخالف بھی عاجز ہیں میں۔ہر یک مخالف کو دکھلا سکتا ہوں کہ قرآن شریف اپنی تعلیموں اور اپنے علوم حکمیہ اور اپنے معارف دقیقہ اور بلاغت کاملہ کی رو سے معجزہ ہے۔ موسیٰ کے معجزہ سے بڑھ کر اور عیسیٰ کے معجزات سے صدہا درجہ زیادہ۔“

”مَیں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحب کرامات بنا دیتا ہے،اورا سی کامل انسان پر علوم غیبیہ کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اس دنیا میں کسی مذہب والا روحانی برکات میں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔چنانچہ میں اس میں صاحب تجربہ ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ بجز اسلام تمام مذہب مُردے،ان کے خدا مُردے اور خود وہ تمام پیرو مُردے ہیں اور خداتعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق ہو جانا بجز اسلام قبول کرنے ہرگز ممکن نہیں۔ہرگز ممکن نہیں۔

اے نادانو! تمہیں مردہ پرستی میں کیا مزہ ہے؟ اور مردار کھانے میں کیا لذت؟!! آؤ مَیں تمہیں بتلاؤں کہ زندہ خدا کہاں ہے اور کس قوم کے ساتھ ہے۔ وہ اسلام کے ساتھ ہے۔ اسلام اس وقت موسیٰ کا طُور ہے جہاں خدا بول رہا ہے۔وہ خدا جو نبیوں کے ساتھ کلام کرتا تھا اور پھر چپ ہوگیا

آج وہ ایک مسلمان کے دل میں کلام کر رہا ہے۔ کیا تم میں سے کسی کو شوق نہیں؟ کہ اس بات کو پرکھے۔ پھر اگر حق کو پاوے تو قبول کر لیوے۔ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ ایک مردہ کفن میں لپیٹا ہوا۔ پھر کیا ہے؟ کیا ایک مشت خاک؟ کیا یہ مردہ خدا ہو سکتا ہے؟ کیا یہ تمہیں کچھ جواب دے سکتا ہے؟ ذرا آؤ! ہاں لعنت ہے تم پر اگر نہ آؤ اور سڑے گلے مُردہ کا میرے خدا کے ساتھ مقابلہ نہ کرو۔

دیکھو مَیں تمہیں کہتا ہوں کہ چالیس دن نہیں گزریں گے کہ وہ بعض آسمانی نشانوں سے تمہیں شرمندہ کرے گا۔ ناپاک ہیں وہ دل جو سچے ارادہ سے نہیں آزماتے اور پھر انکار کرتے ہیں۔ اور پلید ہیں وہ طبیعتیں جو شرارت کی طرف جاتی ہیں نہ طلبِ حق کی طرف۔

او میرے مخالف مولویو! اگر تم میں شک ہو تو آؤ چند روز میری صحبت میں رہو۔ اگر خدا کے نشان نہ دیکھو تو مجھے پکڑو، اور جس طرح چاہو تکذیب سے پیش آؤ۔ مَیں اتمام حجت کر چکا۔ اب جب تک تم اس حجت کو نہ توڑ لو تمہارے پاس کوئی جواب نہیں۔ خدا کے نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ کیا تم میں سے کوئی نہیں جو سچا دل لے کر میرے پاس آوے؟ کیا ایک بھی نہیں؟

”دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا“۔(انجام آتھم مع ضمیمہ۔ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 345-347)

عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا

وقت کی محل سرا کے جھروکوں سے ہمیں جو مناظر خدمت اسلام کے نظر آتے ہیں ان میں ایک منظر یہ ہے کہ عیسائی منّاد اور پادری سیادت کے نشے میں چُور اسلام پر حملہ آور ہوئے۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے نہ صرف یہ کہ ان کی زہریلی کچلیاں توڑیں بلکہ ان کے مقابل ایسے دلائل و براہین کا انبار لگا دیا کہ ان کو بھاگتے ہی بنی۔ آپ نے حضرت عیسٰی کی وفات کا اعلان کیا اور نہ صرف اعلان کیا بلکہ بدلائل اس کو ثابت بھی کیا۔ آپ نے فرمایا کہ:

”عیسٰی کو مرنے دو کہ اسی میں اسلام کی حیات ہے“۔

یہ ایک ایسا وار تھا جس سے عیسائی عقائد کا نہ صرف بطلان ہوا بلکہ ان کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ اور اس امر کا اظہار بہت سے لوگوں نے کیا۔ چنانچہ مولوی نور محمد صاحب چشتی مالک اصح المطابع دہلی نے مولوی اشرف علی تھانوی کے ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں اس امر کا واضح اقرار کیا ہے۔ چنانچہ بشپ لیفرائے کی ہندوستان آمد اور اس کی تبلیغی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

”اسی زمانہ میں پادری لفرائی پادریوں کی ایک بہت بڑی جماعت لے کر اور حلف اٹھا کر ولایت سے چلا کہ تھوڑے عرصہ میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنا لوں گا ولایت کے انگریزوں سے روپیہ کی بہت بڑی مدد اور آئندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کا اقرار لے کر ہندوستان میں داخل ہو کر بڑا اتلاطم برپا کیا۔ اسلام کی سیرۃ اور احکام پر جو اوس کا حملہ ہوا وہ تو ناکام ثابت ہوا کیونکہ احکام اسلام اور سیرۃ رسول اور احکام انبیاء بنی اسرائیل اور ان کی سیرۃ جس پر اس کا ایمان تھا یکساں تھا پس الزامی اور نقلی و عقلی جوابوں سے ہار گیا مگر حضرت عیسٰیؑ کے آسمان اور بجسم خاکی زندہ موجود ہونے اور دوسرے انبیا کے زمین میں مدفون ہونے کا جملہ عوام کے لئے اس کے خیال میں کارگر ہوا تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہو گئے اور لفرائی اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسٰی کہ جس کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہو کر دفن ہو چکے ہیں اور جس عیسٰی کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں۔ پس اگر تم سعادتمند ہو تو مجھ کو قبول کر لو اس ترکیب سے اوس نے لفرائی کو اس قدر تنگ کیا کہ اوس کو اپنا پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا اور اس ترکیب سے اوس نے ہندوستان سے ولایت تک کے پادریوں کو شکست دے دی۔“

پھر لکھتے ہیں کہ:”پادری لفرائی مع اپنی جماعت کے ہندوستان میں رہ کر بارہ سال تک مختلف مذاہب سے مناظرہ کرتا رہا۔ مولوی غلام احمد قادیانی نے تو اپنا پہلو بدل کر اوس کو اور اوس کی کل جماعتوں کو عاجز کر دیا مگر ہندو اس کے حملوں سے کچھ پریشان ہو گئے اور اس نے بہت سے شریف خاندان تک کے ہندوؤں کو عیسائی بنا لیا۔“

(دیباچہ ”معجز نما قرآن شریف کلاں مترجم“ صفحہ ۳۰ مطبوعہ 1934ء ناشر نور محمد مالک کارخانہ تجارت کتب قریب جامع مسجد دہلی)

اخبار وکیل امرتسر میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی وفات پر شائع ہونے والا ریویو جو مولانا ابوالکلام آزاد کے قلم سے نکلا جس میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان عظیم الشان خدمات پر روشنی ڈالی ہے جو آپ سے ان مذاہب کا مقابلہ کرتے ہوئے ظہور میں آئیں جن کے علماء نے اسلام کو کمزور جان کر اس پر شدید حملوں کا آغاز کیا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔ اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنا پڑتی ہے اس لئے وہ وقت ہرگز لوح قلب سے نسیًا منسیًا نہیں ہو سکتا جب کہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا اور مسلمان جو حافظ حقیقی کی طرف سے عالم اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کر سکتے تھے۔ ایک طرف حملوں کے امتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دنیا اسلام کی شمع عرفان حقیقی کو سرراہ منزل مزاحمت سمجھ کر مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشت گری کے لئے ٹوٹی پڑی تھیں اور دوسری طرف ضعف مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا.........کہ مسلمانوں کی طرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حصہ مرزا صاحب کو حاصل ہوا۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے زیر سایہ ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا۔

غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے، قائم رہے گا۔

اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت انجام دی ہے.....مرزا صاحب آریہ سماج کے چہرہ سے انیسویں صدی کے ہندو ریفارمر کا چڑھایا ہوا ملمع اتارنے میں مصروف رہے۔ ان کی آریہ سماج کے مقابلہ کی تحریروں سے اس دعوی پر روشنی پڑتی ہے کہ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کس درجہ تک وسیع ہو جائے ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظر انداز کی جا سکیں“۔

پھر لکھتے ہیں کہ:

”مرزا صاحب کا دعوی تھا کہ میں ان (مذاہب۔ ناقل) کے لئے حَکَم و عدَل ہوں۔ لیکن اس میں کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابلہ پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں بہت مخصوص قابلیت تھی۔ اور یہ نتیجہ تھی ان کی فطری استعداد کا، ذوق مطالعہ اور کثرت مشق کا۔ آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہشیں اس طرح مذاہب کے مطالعہ میں صرف کر دے“۔ (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوم)

غرض یہ بھی ایک عظیم الشان اسلامی خدمت تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ظہور میں آئی اور اس کے لئے آپ نے اپنے قلم کی تمام تر طاقتیں صرف کر دیں۔

عظمتِ قرآن کا قیام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسے وقت میں ظہور فرمایا جبکہ مسلمانوں پر بالعموم مایوسی کا عالم طاری تھا۔ ان میں آگے بڑھنے کی امنگ مفقود تھی۔ وہ ایک ایسے مرد بیمار کی طرح تھے جو اپنی بے بسی اور لاچاری پر سوائے آنسو بہانے کے اور کچھ نہ کر سکے۔ ایسے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو زندہ کیا اور ایک ایسی جماعت آپ کے وجود سے پیدا ہوئی جو آج چار دانگ عالم میں شیروں کی طرح آگے سے آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ سے جو عظیم الشان اسلامی خدمات ظہور میں آئیں وہ لامحدود ہیں۔ آپ نے بحیثیت حکم و عدل اور امام مہدی کے مسلمانوں کے باہمی نزاعات کو حل کیا۔ مسلمانوں کے عقائد کو درست کیا۔ مسلمانوں کے بعض فرقے حدیث کو قرآن پر فوقیت دیتے تھے اور بعض حدیث کا یکسر انکار کرتے تھے۔ آپ نے اپنے قلم سے ان بیہودہ عقائد کا رد کیا اور صحیح اور سچی تصویر مسلمانوں کو دکھائی اور بحیثیت حکم وعدل اس امر کا قیامت تک کے لئے فیصلہ کر دیا کہ مسلمانوں کو اپنے مسائل کو حل کرنے کے لئے کہاں سے روشنی حاصل کرنی چاہئے۔

آپ نے فرمایا:”مسلمانوں کے ہاتھ میں اسلامی ہدایتوں پر قائم ہونے کے لئے تین چیزیں ہیں۔

(۱) قرآن شریف جو کتاب اللہ ہے جس سے بڑھ کر ہمارے ہاتھ میں کوئی کلام قطعی اور یقینی نہیں۔ وہ خدا کا کلام ہے۔ وہ شک اور ظن کی آلائشوں سے پاک ہے۔

(۲) دوسری سنّت۔ اور اس جگہ ہم اہل حدیث کی اصطلاحات سے الگ ہو کر بات کرتے ہیں یعنی ہم حدیث اور سنّت کو ایک چیز قرار نہیں دیتے جیسا کہ رسمی محدثین کا طریق ہے۔ بلکہ حدیث الگ چیز ہے اور سنت الگ چیز ہے۔ سنت سے مراد ہماری صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فعلی روش ہے جو اپنے اندر تواتر رکھتی ہے۔ اور ابتداء سے قرآن شریف کے ساتھ ہی ظاہر ہوئی اور ہمیشہ ساتھ ہی رہے گی۔ یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف خدا کا قول ہے اور اور سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل......

(۳) تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے۔ اور حدیث سے مراد ہماری وہ آثار ہیں جو قصّوں کے رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریباً ڈیڑھ سو برس بعد مختلف راویوں کے ذریعوں سے جمع کئے گئے ہیں۔

پس سنت اور حدیث میں مابہ الامتیاز یہ ہے کہ سنت ایک عملی طریق ہے جو اپنے ساتھ تواتر رکھتا ہے جس کو آنحضرتؐ نے اپنے ہاتھ سے جاری کیا اور وہ یقینی مراتب میں قرآن شریف سے دوسرے درجہ پر ہے......“۔

اس کے بعد حضور نے قرآن، سنت اور حدیث کی تفصیلی تشریح کرنے کے بعد بطور حکم وعدل یہ فیصلہ کن ارشاد فرمایا جس نے رہتی دنیا تک کے لئے نہ صرف قرآن کریم کی عظمت کو قائم کر دیا بلکہ امت مسلمہ کو ہمیشہ کے لئے اعتدال کی راہ پر قائم کر دیا۔ آپ فرماتے ہیں:

”پس مذہب اسلم یہی ہے کہ نہ تو اِس زمانہ کے اہلِ حدیث کی طرح حدیثوں کی نسبت یہ اعتقاد رکھا جائے کہ قرآن پر وہ مقدم ہیں۔ اور نیز اگر ان کے قصے صریح قرآن کے بیانات سے مخالف پڑیں تو ایسا نہ کریں کہ حدیثوں کے قصوں کو قرآن پر ترجیح دی جائے اور قرآن کو چھوڑ دیا جائے۔ اور نہ حدیثوں کو مولوی عبداللہ چکڑالوی کے عقیدے کی طرح محض لغو اور باطل ٹھہرایا جائے۔ بلکہ چاہئے کہ قرآن اور سنت کو حدیثوں پر قاضی سمجھا جائے۔ اور جو حدیث قرآن و سنت کے مخالف نہ ہو اس کو بسرو چشم قبول کیا جاوے۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ مبارک وہ جو اس کے پابند ہوتے ہیں۔ نہایت بدقسمت اور نادان وہ شخص ہے جو بغیر لحاظ اس قاعدہ کے حدیثوں کا انکار کرتا ہے۔

ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ اگر کوئی حدیث معارض اور مخالف قرآن اور سنت نہ ہو تو خواہ کیسے ہی ادنی درجہ کی حدیث ہو اس پر وہ عمل کریں اور انسان کی بنائی ہوئی فقہ پر اس کو ترجیح دیں“۔(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 209-212)

عورتوں کی عزت وحرمت کا قیام

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مہتم بالشان خدمات اسلام میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے عورت کی حرمت اور عزت کو پھر سے قائم کیا۔ آج سے تقریبًا پندرہ صدیاں پیشتر عرب کی سرزمین سے جس آفتاب ہدایت نے طلوع ہو کر اپنی کرنوں سے اس عالم رنگ وبو کو منور کیا تھا افسوس کہ اس کے متبعین نے اس کی تعلیم کو پھر سے فراموش کر دیا۔ پھر وہی جہالت کے قصے در آئے۔ کمزوروں پر ظلم کی وہی داستانیں پھر سے دہرائی جانے لگیں۔ چنانچہ حضرت مسیح پاک نے کائنات کی سب سے کمزور صنف، صنف نازک کے حقوق کو پھر سے زندہ کیا۔ ہندوستان جہاں آپ کا ظہور ہوا وہاں لڑکی کا پیدا ہونا ایک لعنت سمجھا جاتا تھا۔ بعض علاقوں میں تو اب بھی یہی کیفیت ہے۔ بعض راجپوت قبائل میں لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ اب ہندوستان کے بعض علاقوں میں لڑکی کو پیدائش سے پہلے ہی ختم کرنے کے لئے جدید مشینوں یا طبّی ذرائع کا سہارا لیا جاتا ہے اور بعض دیہات میں لڑکی کو پیدا ہوتے ہی مار دیا جاتا ہے۔ آئے دن ایسی خبریں دنیا کے مختلف خطوں سے آتی رہتی ہیں۔ پاکستان کے بعض علاقوں میں غیرت کے نام پر عورت کا قتل ایک عام سی بات ہے۔ سندھ اور بلوچستان کے بعض علاقوں میں کاروکاری کے نام پر عورت کا قتل معمول ہے۔ سرحد

باقی صفحہ نمبر 9 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

آج کل کی جہادی تنظیموں نے بغیر جائز وجوہات کے اور جائز اختیارات کے اپنے جنگجوانہ نعروں اور عمل سے غیر مذہب والوں کو یہ موقع دیا ہے کہ انہوں نے نہایت ڈھٹائی اور بے شرمی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات پر بیہودہ حملے کئے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجسم رحم تھے اور آپ کے سینے میں وہ دل دھڑک رہا تھا کہ جس سے بڑھ کر کوئی دل رحم کے وہ اعلیٰ معیار اور تقاضے پورے نہیں کرسکتا جو آپؐ نے کئے۔

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت سے آزادئ ضمیر، آزادئ مذہب اورمذہبی رواداری کے نہایت خوبصورت واقعات کا دلنشیں تذکرہ)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ 10/مارچ 2006ء بمطابق 10/امان 1385 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ۔اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر غیر مسلموں کی طرف سے جو یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپؐ نعوذ باللہ ایسا دین لے کر آئے جس میں سوائے سختی اور قتل و غارت گری کے کچھ اور ہے ہی نہیں اور اسلام میں مذہبی رواداری، برداشت اور آزادی کا تصور ہی نہیں ہے اور اسی تعلیم کے اثرات آج تک مسلمانوں کی فطرت کا حصہ بن چکے ہیں۔ اس بارہ میں کئی دفعہ مَیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ بدقسمتی سے مسلمانوں میں سے ہی بعض طبقے اور گروہ یہ تصور پیدا کرنے اور قائم کرنے میں ممد ومعاون ہوتے ہیں اور بدقسمتی سے ان کے اسی نظریے اور عمل نے غیر اسلامی دنیا میں اور خاص طور پر مغرب میں ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لغو اور بیہودہ اور انتہائی نازیبا اور غلیظ خیالات کے اظہار کا موقع پیدا کیا ہے۔ جبکہ ہم جانتے ہیں کہ بعض طبقوں اور گروہوں کے عمل مکمل طور پر اسلامی تعلیم اور ضابطہ اخلاق کے خلاف ہیں۔ اسلام کی تعلیم تو ایک ایسی خوبصورت تعلیم ہے جس کی خوبصورتی اور حسن سے ہر تعصب سے پاک شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

قرآن کریم میں متعدد جگہ اسلام کی اس خوبصورت تعلیم کا ذکر ملتا ہے جس میں غیر مسلموں سے حسن سلوک، ان کے حقوق کا خیال رکھنا، ان سے انصاف کرنا، ان کے دین پر کسی قسم کا جبر نہ کرنا، دین کے بارے میں کوئی سختی نہ کرنا وغیرہ کے بہت سے احکامات اپنوں کے علاوہ غیر مسلموں کے لئے ہیں۔ ہاں بعض حالات میں جنگوں کی بھی اجازت ہے لیکن وہ اس صورت میں جب دشمن پہل کرے، معاہدوں کو توڑے، انصاف کا خون کرے، ظلم کی انتہا کرے یا ظلم کرے لیکن اس میں بھی کسی ملک کے کسی گروہ یا جماعت کا حق نہیں ہے، بلکہ یہ حکومت کا کام ہے کہ فیصلہ کرے کہ کیا کرنا ہے، کس طرح اس ظلم کو ختم کرنا ہے نہ کہ ہر کوئی جہادی تنظیم اٹھے اور یہ کام کرنا شروع کر دے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی جنگوں کے مخصوص حالات پیدا کئے گئے تھے جن سے مجبور ہو کر مسلمانوں کو جوابی جنگیں لڑنی پڑیں۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا ہے کہ آج کل کی جہادی تنظیموں نے بغیر جائز وجوہات کے اور جائز اختیارات کے اپنے جنگجوانہ نعروں اور عمل سے غیر مذہب والوں کو یہ موقع دیا ہے اور ان میں اتنی جرأت پیدا ہوگئی ہے کہ انہوں نے نہایت ڈھٹائی اور بے شرمی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات پر بیہودہ حملے کئے ہیں اور کرتے رہے ہیں جبکہ اس سراپا رحم اور محسن انسانیت اور عظیم محافظ حقوق انسانی کا تو یہ حال تھا کہ آپؐ جنگ کی حالت میں بھی کوئی ایسا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے جو دشمن کو سہولت نہ مہیا کرتا ہو۔ آپؐ کی زندگی کا ہر عمل، ہر فعل، آپؐ کی زندگی کا پل پل اور لمحہ لمحہ اس بات کا گواہ ہے کہ آپؐ مجسم رحم تھے اور آپ کے سینے میں وہ دل دھڑک رہا تھا کہ جس سے بڑھ کر کوئی دل رحم کے وہ اعلیٰ معیار اور تقاضے پورے نہیں کرسکتا جو آپؐ نے کئے، امن میں بھی اور جنگ میں بھی، گھر میں بھی اور باہر بھی، روزمرہ کے معمولات میں بھی اور دوسرے مذاہب والوں سے کئے گئے معاہدات میں بھی۔ آپؐ نے آزادی ضمیر، مذہب اور رواداری کے معیار قائم کرنے کی مثالیں قائم کر دیں۔ اور پھر جب عظیم فاتح کی حیثیت سے مکّہ میں داخل ہوئے تو جہاں مفتوح قوم سے معافی اور رحم کا سلوک کیا، وہاں مذہب کی آزادی کا بھی پورا حق دیا اور قرآن کریم کے اس حکم کی اعلیٰ مثال قائم کردی کہ ﴿لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ (بقرہ:257) کہ مذہب تمہارے دل کا معاملہ ہے، میری خواہش تو ہے کہ تم سچے مذہب کو مان لو اور اپنی دنیا و عاقبت سنوار لو، اپنی بخشش کے سامان کر لو، لیکن کوئی جبر نہیں۔ آپؐ کی زندگی رواداری اور آزادی مذہب و ضمیر کی ایسی بے شمار روشن مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ ان میں سے چند ایک کا میں ذکر کرتا ہوں۔

کون نہیں جانتا کہ مکّہ میں آپؐ کی دعویٰ نبوت کے بعد کی 13 سالہ زندگی، کتنی سخت تھی اور کتنی تکلیف دہ تھی اور آپؐ نے اور آپؐ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے کتنے دکھ اور مصیبتیں برداشت کیں۔ دوپہر کے وقت تپتی ہوئی گرم ریت پر لٹائے گئے، گرم پتھر ان کے سینوں پر رکھے گئے۔ کوڑوں سے مارے گئے، عورتوں کی ٹانگیں چیر کر مارا گیا، قتل کیا گیا، شہید کیا گیا۔ آپؐ پر مختلف قسم کے مظالم ڈھائے گئے۔ سجدے کی حالت میں بعض دفعہ اونٹ کی اوجھڑی لا کر آپؐ کی کمر پر رکھ دی گئی جس کے وزن سے آپؐ اٹھ نہیں سکتے تھے۔ طائف کے سفر میں بچے آپؐ پر پتھراؤ کرتے رہے، بیہودہ اور غلیظ زبان استعمال کرتے رہے۔ ان کے سرداران کو ہلا شیری دیتے رہے، ان کو ابھارتے رہے۔ آپؐ اتنے زخمی ہو گئے کہ سر سے پاؤں تک لہولہان ہیں، اوپر سے بہتا ہوا خون جوتی میں بھی آ گیا۔ شعب ابی طالب کا واقعہ ہے۔ آپؐ کو، آپؐ کے خاندان کو، آپؐ کے ماننے والوں کو کئی سال تک محصور کر دیا گیا۔ کھانے کو کچھ نہیں تھا، پینے کو کچھ نہیں تھا۔ بچے بھی بھوک پیاس سے بلک رہے تھے، کسی صحابی کو ان حالات میں اندھیرے میں زمین پر پڑی ہوئی کوئی نرم چیز پاؤں میں محسوس ہوئی تو اسی کو اٹھا کر منہ میں ڈال لیا کہ شاید کوئی کھانے کی چیز ہو۔ یہ حالت تھی بھوک کی اضطراری کیفیت۔ تو یہ حالات تھے۔ آخر جب ان حالات سے مجبور ہو کر ہجرت کرنی پڑی اور ہجرت کر کے مدینے میں آئے تو وہاں بھی دشمن نے پیچھا نہیں چھوڑا اور حملہ آور ہوئے۔ مدینہ کے رہنے

والے یہودیوں کو آپؐ کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی۔ ان حالات میں جن کا مَیں نے مختصراً ذکر کیا ہے اگر جنگ کی صورت پیدا ہو اور مظلوم کو بھی جواب دینے کا موقع ملے، بدلہ لینے کا موقع ملے تو وہ یہی کوشش کرتا ہے کہ پھر اس ظلم کا بدلہ بھی ظلم سے لیا جائے۔ کہتے ہیں کہ جنگ میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے نبی ﷺ نے اس حالت میں بھی نرم دلی اور رحمت کے اعلیٰ معیار قائم فرمائے۔ مکّہ سے آئے ہوئے ابھی کچھ عرصہ ہی گزرا تھا تمام تکلیفوں کے زخم ابھی تازہ تھے۔ آپؐ کو اپنے ماننے والوں کی تکلیفوں کا احساس اپنی تکلیفوں سے بھی زیادہ ہوا کرتا تھا۔ لیکن پھر بھی اسلامی تعلیم اور اصول وضوابط کو آپؐ نے نہیں توڑا۔ جو اخلاقی معیار آپؐ کی فطرت کا حصہ تھے اور جو تعلیم کا حصہ تھے ان کو نہیں توڑا۔ آج دیکھ لیں بعض مغربی ممالک جن سے جنگیں لڑ رہے ہیں ان سے کیا کچھ نہیں کرتے۔ لیکن اس کے مقابلے میں آپؐ کا اسوہ دیکھیں جس کا تاریخ میں، ایک روایت میں یوں ذکر ملتا ہے۔

جنگ بدر کے موقع پر جس جگہ اسلامی لشکر نے پڑاؤ ڈالا تھا وہ کوئی ایسی اچھی جگہ نہیں تھی۔ اس پر خبابؓ بن منذر نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ جہاں آپ نے پڑاؤ ڈالنے کی جگہ منتخب کی ہے آیا یہ کسی خدائی الہام کے ماتحت ہے۔ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے؟ یا یہ جگہ آپؐ نے خود پسند کی ہے، آپ کا خیال ہے کہ فوجی تدبیر کے طور پر یہ جگہ اچھی ہے۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو محض جنگی حکمت عملی کے باعث میرا خیال تھا کہ یہ جگہ بہتر ہے، اونچی جگہ ہے تو انہوں نے عرض کی کہ یہ مناسب جگہ نہیں ہے۔ آپ لوگوں کو لے کر چلیں اور پانی کے چشمے پر قبضہ کر لیں۔ وہاں ایک حوض بنا لیں گے اور پھر جنگ کریں گے۔ اس صورت میں ہم تو پانی پی سکیں گے لیکن دشمن کو پانی پینے کے لئے نہیں ملے گا۔ تو آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے چلو تمہاری رائے مان لیتے ہیں۔ چنانچہ صحابہ چل پڑے اور وہاں پڑاؤ ڈالا۔ تھوڑی دیر کے بعد قریش کے چند لوگ پانی پینے اس حوض پر آئے تو صحابہ نے روکنے کی کوشش کی تو آپؐ نے فرمایا: نہیں ان کو پانی لے لینے دو۔

(السیرۃ النبویۃ لابن هشام جلدنمبر2صفحه284۔جنگ بدراسلام بن حزام)

تو یہ ہے اعلیٰ معیار آنحضرت ﷺ کے اخلاق کا کہ باوجود اس کے کہ دشمن نے کچھ عرصہ پہلے مسلمانوں کے بچوں تک کا دانہ پانی بند کیا ہوا تھا۔ لیکن آپؐ نے اس سے صَرفِ نظر کرتے ہوئے دشمن کی فوج کے سپاہیوں کو جو پانی کے تالاب، چشمے تک پانی لینے کے لئے آئے تھے اور جس پر آپؐ کا تصرف تھا، آپ کے قبضے میں تھا، انہیں پانی لینے سے نہ روکا۔ کیونکہ یہ اخلاقی ضابطوں سے گری ہوئی حرکت تھی۔ اسلام پر سب سے بڑا اعتراض یہی کیا جاتا ہے کہ تلوار کے زور سے پھیلایا گیا۔ یہ لوگ جو پانی لینے آئے تھے ان سے زبردستی بھی کی جا سکتی تھی کہ پانی لینا ہے تو ہماری شرطیں مان لینا۔ کفار کئی جنگوں میں اس طرح کرتے رہے ہیں۔ لیکن نہیں، آپؐ نے اس طرح نہیں فرمایا۔ یہاں کہا جا سکتا ہے کہ ابھی مسلمانوں میں پوری طاقت نہیں تھی، کمزوری تھی، اس لئے شاید جنگ سے بچنے کیلئے یہ احسان کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ یہ غلط بات ہے۔ مسلمانوں کے بچے بچے کو یہ پتہ تھا کہ کفار مکہ مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہیں اور مسلمان کی شکل دیکھتے ہی ان کی آنکھوں میں خون اتر آتا ہے۔ اس لئے یہ خوش فہمی کسی کو نہیں تھی اور آنحضرت ﷺ کو تو اس قسم کی خوش فہمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ نے تو یہ سب کچھ، یہ شفقت کا سلوک سراپا رحمت ہونے اور انسانی قدروں کی پاسداری کی وجہ سے کیا تھا۔ کیونکہ آپ نے ہی ان قدروں کی پہچان کی تعلیم دینی تھی۔

پھر اس دشمن اسلام کا واقعہ دیکھیں جس کے قتل کا حکم جاری ہو چکا تھا۔ لیکن آپؐ نے نہ صرف اسے معاف فرمایا بلکہ مسلمانوں میں رہتے ہوئے اسے اپنے مذہب پر قائم رہنے کی اجازت آپؐ نے عطا فرمائی۔ چنانچہ اس واقعہ کا ذکر یوں ملتا ہے کہ:

ابوجہل کا بیٹا عکرمہ اپنے باپ کی طرح عمر بھر رسول اللہ ﷺ سے جنگیں کرتا رہا۔ فتح مکہ کے موقع پر بھی رسول کریم ﷺ کے اعلان عفو اور امان کے باوجود فتح مکہ کے موقع پر ایک دستے پر حملہ آور ہوا اور حرم میں خونریزی کا باعث بنا۔ اپنے جنگی جرائم کی وجہ سے ہی وہ واجب القتل ٹھہرایا گیا تھا۔ لیکن مسلمانوں کے سامنے اس وقت کوئی نہیں ٹھہر سکا تھا۔ اس لئے فتح مکہ کے بعد جان بچانے کیلئے وہ یمن کی طرف بھاگ گیا۔ اس کی بیوی رسول اللہ ﷺ سے اس کی معافی کی طالب ہوئی تو آپؐ نے بڑی شفقت فرماتے ہوئے اسے معاف فرما دیا۔ اور پھر جب وہ اپنے خاوند کو لینے کیلئے خود گئی تو عکرمہ کو اس معافی پر یقین نہیں آتا تھا کہ مَیں نے اتنے ظلم کئے ہوئے ہیں، اتنے مسلمان قتل کئے ہوئے ہیں، آخری دن تک میں لڑائی کرتا رہا تو مجھے کس طرح معاف کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال وہ کسی طرح یقین دلا کر اپنے خاوند عکرمہ کو واپس لے آئی۔ چنانچہ جب عکرمہ واپس آئے تو آنحضرت ﷺ کے دربار میں حاضر ہوئے اور اس بات کی تصدیق چاہی تو اس کی آمد پر رسول اللہ ﷺ نے اس سے احسان کا حیرت انگیز سلوک کیا۔ پہلے تو آپ دشمن قوم کے سردار کی عزت کی خاطر کھڑے ہو گئے کہ یہ دشمن قوم کا سردار ہے اس لئے اس کی عزت کرنی ہے۔ اس لئے کھڑے ہو گئے اور پھر عکرمہ کے پوچھنے پر فرمایا کہ واقعی میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔

(موطا امام مالک کتاب النکاح)

عکرمہ نے پھر پوچھا کہ اپنے دین پر رہتے ہوئے؟ یعنی میں مسلمان نہیں ہوا۔ اس شرک کی حالت میں مجھے آپ نے معاف کیا ہے، آپ نے مجھے بخش دیا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ ہاں۔ اس پر عکرمہ کا سینہ اسلام کیلئے کھل گیا اور بے اختیار کہہ اٹھا کہ اے! محمد (ﷺ) آپ واقعی بے حد حلیم اور کریم اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے حسن خلق اور احسان کا یہ معجزہ دیکھ کر عکرمہ مسلمان ہو گیا۔

(السیرۃالحلبیه۔ جلد سوم صفحه109مطبوعه بیروت)

تو اسلام اس طرح حسن اخلاق سے اور آزادی ضمیر و مذہب کے اظہار کی اجازت سے پھیلا ہے۔ حسن خلق اور آزادی مذہب کا یہ تیر ایک منٹ میں عکرمہ جیسے شخص کو گھائل کر گیا۔ آنحضرت ﷺ نے قیدیوں اور غلاموں تک کو یہ اجازت دی تھی کہ جو مذہب چاہو اختیار کرو۔ لیکن اسلام کی تبلیغ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اسلام کی تعلیم کے بارے میں بتاؤ کیونکہ لوگوں کو پتہ نہیں ہے۔ یہ خواہش اس لئے ہے کہ یہ تمہیں اللہ کا قرب عطا کرے گی اور تمہاری ہمدردی کی خاطر ہی ہم تم سے یہ کہتے ہیں۔

چنانچہ ایک قیدی کا ایک واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے۔ سعید بن ابی سعید بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول کریم ﷺ نے نجد کی طرف مہم بھیجی تو بنوحنیفہ کے ایک شخص کو قیدی بنا کر لائے جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا۔ صحابہ نے اسے مسجد نبویؐ کے ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ رسول کریم ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے ثمامہ تیرے پاس کیا عذر ہے یا تیرا کیا خیال ہے کہ تجھ سے کیا معاملہ ہوگا۔ اس نے کہا میرا ظن اچھا ہے۔ اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو آپؐ ایک خون بہانے والے شخص کو قتل کریں گے اور اگر آپ انعام کریں تو آپ ایک ایسے شخص پر انعام کریں گے جو کہ احسان کی قدردانی کرنے والا ہے۔ اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو جتنا چاہے لے لیں۔ اس کے لئے اتنا مال اس کی قوم کی طرف سے دیا جا سکتا تھا۔ یہاں تک کہ اگلا دن چڑھ آیا۔ آپ ﷺ پھر تشریف لائے اور ثمامہ سے پوچھا کیا ارادہ ہے۔ چنانچہ ثمامہ نے عرض کی کہ میں تو کل ہی آپؐ سے عرض کر چکا تھا کہ اگر آپؐ انعام کریں تو آپ ایک ایسے شخص پر انعام کریں گے جو کہ احسان کی قدردانی کرنے والا ہے۔ آپ ﷺ نے اس کو وہیں چھوڑا۔ پھر تیسرا دن چڑھا پھر آپ اس کے پاس گئے آپؐ نے فرمایا اے ثمامہ تیرا کیا ارادہ ہے؟ اس نے عرض کی جو کچھ میں نے کہنا تھا وہ کہہ چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے آزاد کر دو۔ تو ثمامہ کو آزاد کر دیا گیا۔ اس پر وہ مسجد کے قریب کھجوروں کے باغ میں گیا اور غسل کیا اور مسجد میں داخل ہو کر کلمہ شہادت پڑھا۔ اور کہا اے محمد ﷺ بخدا مجھے دنیا میں سب سے زیادہ ناپسند آپ کا چہرہ ہوا کرتا تھا اور اب یہ حالت ہے کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب آپ کا چہرہ ہے۔ بخدا مجھے دنیا میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ آپ کا دین ہوا کرتا تھا۔ لیکن اب یہ حالت ہے کہ میرا محبوب ترین دین آپ کا لایا ہوا دین ہے۔ بخدا میں سب سے زیادہ ناپسند آپؐ کے شہر کو کرتا تھا۔ اب یہی شہر میرا محبوب ترین شہر ہے۔ آپ کے گھوڑسواروں نے مجھے پکڑ لیا جبکہ میں عمرہ کرنا چاہتا تھا۔ آپ ﷺ اس کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ جا تو مَیں عمرہ کرنے کے لئے رہا تھا اب آپ کا کیا ارشاد ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اُسے خوشخبری دی، مبارکباد دی اسلام قبول کرنے کی اور اسے حکم دیا کہ عمرہ کرو، اللہ قبول فرمائے گا۔ جب وہ مکہ پہنچا تو کسی نے کہا کہ کیا تو صابی ہو گیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ میں محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں اور خدا کی قسم اب آئندہ سے یمامہ کی طرف سے گندم کا ایک دانہ بھی تمہارے پاس نہیں آئے گا۔

(بخاری کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفه۔ وحدیث ثمامه بن اُثال)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ مارنے کی کوشش کی یا مارا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ کوئی دانہ نہیں آئے گا۔ اور یہ اس وقت تک نہیں آئے گا جب تک نبی کریم ﷺ کی طرف سے اجازت نہ آ جائے۔ چنانچہ اس نے جا کے اپنی قوم کو کہا اور وہاں سے غلہ آنا بند ہو گیا۔ کافی بری حالت ہو گئی۔ پھر ابوسفیان آنحضرت ﷺ کی خدمت میں درخواست لے کر پہنچے کہ اس طرح بھوکے مر رہے ہیں اپنی قوم پر کچھ رحم کریں۔ تو آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ غلہ اس وقت ملے گا جب تم مسلمان ہو جاؤ بلکہ فوراً ثمامہ کو پیغام بھجوایا کہ یہ پابندی ختم کرو، یہ ظلم ہے۔ بچوں، بڑوں، مریضوں، بوڑھوں کو خوراک کی ضرورت ہوتی ہے ان کو مہیا ہونی چاہئے۔ تو دوسرے یہ دیکھیں کہ قیدی ثمامہ سے یہ نہیں کہا کہ اب تم ہمارے قابو میں ہو تو مسلمان ہو جاؤ۔ تین دن تک ان کے ساتھ حسن سلوک ہوتا رہا اور پھر حسن سلوک کے بھی اعلیٰ معیار قائم ہوئے۔ آزاد کر دیا اور پھر دیکھیں ثمامہ بھی بصیرت رکھتے تھے اس آزادی کو حاصل کرتے ہی انہوں نے اپنے آپ کو آپ ﷺ کی غلامی میں جکڑے جانے کیلئے پیش کر دیا کہ اسی غلامی میں میری دین و دنیا کی بھلائی ہے۔

پھر ایک یہودی غلام کو مجبور نہیں کیا کہ تم غلام ہو میرے قابو میں ہو اس لئے جو مَیں کہتا ہوں کرو ، یہاں تک کہ اس کی ایسی بیماری کی حالت ہوئی جب دیکھا کہ اس کی حالت خطرے میں ہے تو اس کے انجام بخیر کی فکر ہوئی۔ یہ فکر تھی کہ وہ اس حالت میں دنیا سے نہ جائے جبکہ خدا کی آخری شریعت کی تصدیق نہ کر رہا ہو بلکہ ایسی حالت میں جائے جب تصدیق کر رہا ہو۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش کے سامان ہوں۔ تب عیادت کے لئے گئے اور اسے بڑے پیار سے کہا کہ اسلام قبول کر لے۔

چنانچہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کا ایک خادم یہودی تھا جو بیمار ہو گیا۔ رسول کریم ﷺ اس کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے اور فرمایا تو اسلام قبول کر لے۔ ایک اور روایت میں ہے اس نے اپنے بڑوں کی طرف دیکھا لیکن بہرحال اس نے اجازت ملنے پر یا خود ہی خیال آنے پر اسلام قبول کر لیا۔ تو یہ جو اسلام اس نے قبول کیا یہ یقیناً اس پیار کے سلوک اور آزادی کا اثر تھا جو اس لڑکے پر آپ کی غلامی کی وجہ سے تھا کہ یقیناً یہ سچا مذہب ہے اس لئے اس کو قبول کرنے میں بچت ہے۔ کیونکہ ہو نہیں سکتا کہ یہ سراپا شفقت و رحمت میری برائی کا سوچے۔ آپؐ یقیناً برحق ہیں اور ہمیشہ دوسرے کو بہترین بات ہی کی طرف بلاتے ہیں، بہترین کام کی طرف ہی بلاتے ہیں، اسی کی تلقین کرتے ہیں۔ پس یہ آزادی ہے جو آپ نے قائم کی۔ دنیا میں کبھی اس کی کوئی مثال نہیں مل سکتی۔

آپ ﷺ دعویٰ نبوت سے پہلے بھی آزادی ضمیر اور آزادی مذہب اور زندگی کی آزادی پسند فرماتے تھے اور غلامی کو ناپسند فرماتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شادی کے بعد اپنا مال اور غلام آپ کو دے دیئے تو آپ نے حضرت خدیجہ کو فرمایا کہ اگر یہ سب چیزیں مجھے دے رہی ہو تو پھر یہ میرے تصرف میں ہوں گے اور جو مَیں چاہوں گا کروں گا۔ انہوں نے عرض کی اسی لئے مَیں دے رہی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ مَیں غلاموں کو بھی آزاد کر دوں گا۔ انہوں نے عرض کی آپ جو چاہیں کریں مَیں نے آپ کو دے دیا، میرا اب کوئی تصرف نہیں ہے، یہ مال آپ کا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے اسی وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلاموں کو بلایا اور فرمایا کہ تم سب لوگ آج سے آزاد ہو اور مال کا اکثر حصہ بھی غرباء میں تقسیم کر دیا۔

جو غلام آپ نے آزاد کئے ان میں ایک غلام زید نامی بھی تھے وہ دوسرے غلاموں سے لگتا ہے زیادہ ہوشیار تھے، ذہین تھے۔ انہوں نے اس بات کو سمجھ لیا کہ یہ جو مجھے آزادی ملی ہے یہ آزادی تو اب مل گئی ، غلامی کی جو مہر لگی ہوئی ہے وہ اب ختم ہو گئی لیکن میری بہتری اسی میں ہے کہ مَیں آپ ﷺ کی غلامی میں ہی ہمیشہ رہوں۔ انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے آپؐ نے مجھے آزاد کر دیا ہے لیکن میں آزاد نہیں ہوتا، مَیں تو آپ کے ساتھ ہی غلام بن کے رہوں گا۔ چنانچہ آپ آنحضور ﷺ کے پاس ہی رہے اور یہ دونوں طرف سے محبت کا ، پیار کا تعلق بڑھتا چلا گیا۔ زید ایک مالدار خاندان کے آدمی تھے، اچھے کھاتے پیتے گھر کے آدمی تھے، ڈاکوؤں نے ان کو اغوا کر لیا تھا اور پھر ان کو بیچتے رہے اور بکتے بکاتے وہ یہاں تک پہنچے تھے تو ان کے جو والدین تھے، رشتہ دار عزیز بھی تلاش میں تھے۔ آخر ان کو پتہ لگا کہ یہ لڑکا مکّہ میں ہے تو مکہ آ گئے اور پھر جب پتہ لگا کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ہیں تو آپ کی مجلس میں پہنچے اور وہاں جا کے عرض کی کہ آپ جتنا مال چاہیں ہم سے لے لیں اور ہمارے بیٹے کو آزاد کر دیں، اس کی ماں کا رو رو کے برا حال ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ مَیں تو اس کو پہلے ہی آزاد کر چکا ہوں ۔ یہ آزاد ہے۔ جانا چاہتا ہے تو چلا جائے اور کسی پیسے کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے کہا بیٹے چلو۔ بیٹے نے جواب دیا کہ آپ سے مل لیا ہوں اتنا ہی کافی ہے۔ کبھی موقع ملا تو ماں سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔ لیکن اب مَیں آپ کے ساتھ نہیں جا سکتا۔ مَیں تو اب آنحضرت ﷺ کا غلام ہو چکا ہوں آپ سے جدا ہونے کا مجھے سوال نہیں۔ ماں باپ سے زیادہ محبت اب مجھے آپ ﷺ سے ہے۔ زید کے باپ اور چچا وغیرہ نے بڑا زور دیا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ زید کی اس محبت کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ زید آزاد تو پہلے ہی تھا مگر آج سے یہ میرا بیٹا ہے۔ اس صورتحال کو دیکھ کر پھر زید کے باپ اور چچا وہاں سے اپنے وطن واپس چلے گئے اور پھر زید ہمیشہ وہیں رہے۔

(ملخص از دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ112)

تو نبوت کے بعد تو آپؐ کے ان آزادی کے معیاروں کو چار چاند لگ گئے تھے۔ اب تو آپ کی نیک فطرت کے ساتھ آپ پر اُترنے والی شریعت کا بھی حکم تھا کہ غلاموں کو ان کے حقوق دو۔ اگر نہیں دے سکتے تو آزاد کر دو۔

چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک صحابی اپنے غلام کو مار رہے تھے تو آنحضرت ﷺ نے دیکھا اور بڑے غصے کا اظہار فرمایا۔ اس پر ان صحابی نے اس غلام کو آزاد کر دیا۔ کہا کہ میں ان کو آزاد کرتا ہوں۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم نہ آزاد کرتے تو اللہ تعالیٰ کی پکڑ کے نیچے آتے۔ تو اب دیکھیں یہ ہے آزادی۔

پھر دوسرے مذہب کے لوگوں کیلئے اپنی اظہار رائے کا حق اور آزادی کی بھی ایک مثال دیکھیں۔ اپنی حکومت میں جبکہ آپ کی حکومت مدینے میں قائم ہو چکی تھی اس وقت اس آزادی کا نمونہ ملتا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمی آپس میں گالی گلوچ کرنے لگے۔ ایک مسلمان تھا اور دوسرا یہودی۔ مسلمان نے کہا اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو تمام جہانوں پر منتخب کر کے فضیلت عطا کی۔ اس پر یہودی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے اور چن لیا۔ اس پر مسلمان نے ہاتھ اٹھایا اور یہودی کو تھپڑ مار دیا۔ یہودی شکایت لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوا جس پر آنحضرت ﷺ نے مسلمان سے تفصیل پوچھی اور پھر فرمایا: لَا تُخَيِّرُوْنِی عَلٰی مُوْسٰی کہ مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔

(بخاری کتاب الخصومات باب ما یذکر فی الأشخاص والخصومة بین المسلم والیهود)

تو یہ تھا آپ کا معیار آزادی، آزادی مذہب اور ضمیر، کہ اپنی حکومت ہے، مدینہ ہجرت کے بعد آپ نے مدینہ کے قبائل اور یہودیوں سے امن وامان کی فضا قائم رکھنے کیلئے ایک معاہدہ کیا تھا جس کی رو سے مسلمانوں کی اکثریت ہونے کی وجہ سے یا مسلمانوں کے ساتھ جو لوگ مل گئے تھے، وہ مسلمان نہیں بھی ہوئے تھے ان کی وجہ سے حکومت آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھی۔ لیکن اس حکومت کا یہ مطلب نہیں تھا کہ دوسری رعایا، رعایا کے دوسرے لوگوں کے ، ان کے جذبات کا خیال نہ رکھا جائے۔ قرآن کریم کی اس گواہی کے باوجود کہ آپؐ تمام رسولوں سے افضل ہیں، آپؐ نے یہ گوارا نہ کیا کہ انبیاء کے مقابلہ کی وجہ سے فضا کو مکدر کیا جائے۔ آپؐ نے اس یہودی کی بات سن کر مسلمان کی ہی سرزنش کی کہ تم لوگ اپنی لڑائیوں میں انبیاء کو نہ لایا کرو۔ ٹھیک ہے تمہارے نزدیک مَیں تمام رسولوں سے افضل ہوں۔ اللہ تعالیٰ بھی اس کی گواہی دے رہا ہے لیکن ہماری حکومت میں ایک شخص کی دلآزاری اس لئے نہیں ہونی چاہئے کہ اس کے نبی کو کسی نے کچھ کہا ہے۔ اس کی مَیں اجازت نہیں دے سکتا۔ میرا احترام کرنے کیلئے تمہیں دوسرے انبیاء کا بھی احترام کرنا ہوگا۔

تو یہ تھے آپؐ کے انصاف اور آزادی اظہار کے معیار جو اپنوں غیروں سب کا خیال رکھنے کیلئے آپ نے قائم فرمائے تھے۔ بلکہ بعض اوقات غیروں کے جذبات کا زیادہ خیال رکھا جاتا تھا۔

آپ کے انسانی اقدار قائم کرنے اور آپؐ کی رواداری کی ایک اور مثال ہے۔ روایت میں آتا ہے عبدالرحمٰن بن ابی لیلہ بیان کرتے ہیں کہ سہل بن حنیف اور قیس بن سعد قادسیہ کے مقام پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا۔ تو وہ دونوں کھڑے ہو گئے۔ جب ان کو بتایا گیا کہ یہ ذمّیوں میں سے ہے تو دونوں نے کہا کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ احتراماً کھڑے ہو گئے۔ آپ کو بتایا گیا کہ یہ تو ایک یہودی کا جنازہ ہے۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اَلَیْسَتْ نَفْسًا کیا وہ انسان نہیں ہے۔ (بخاری کتاب الجنائز باب من قام لجنازة یهودی)

پس یہ احترام ہے دوسرے مذہب کا بھی اور انسانیت کا بھی۔ یہ اظہار اور یہ نمونے ہیں جن سے مذہبی رواداری کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ یہ اظہار ہی ہیں جن سے ایک دوسرے کے لئے نرم جذبات پیدا ہوتے ہیں اور یہ جذبات ہی ہیں جن سے پیار، محبت اور امن کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ نہ کہ آجکل کی دنیاداروں کے عمل کی طرح کہ سوائے نفرتوں کی فضا پیدا کرنے کے اور کچھ نہیں۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے فتح خیبر کے دوران تورات کے بعض نسخے مسلمانوں کو ملے۔ یہودی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہماری کتاب مقدس ہمیں واپس کی جائے اور رسول کریم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ یہود کی مذہبی کتابیں ان کو واپس کر دو۔ (السیرة الحلبیة جلد 3صفحہ49)

باوجود اس کے کہ یہودیوں کے غلط رویے کی وجہ سے ان کو سزائیں مل رہی تھیں آپؐ نے یہ برداشت نہیں فرمایا کہ دشمن سے بھی ایسا سلوک کیا جائے جس سے اس کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچے۔

یہ چند انفرادی واقعات مَیں نے بیان کئے ہیں اور مَیں نے ذکر کیا تھا کہ مدینہ میں ایک معاہدہ ہوا تھا۔ اُس معاہدے کے تحت آنحضرت ﷺ نے جو شقیں قائم فرمائی تھیں، جو روایات پہنچی ہیں ان کا مَیں ذکر کرتا ہوں کہ کس طرح اس ماحول میں جا کر آپؐ نے رواداری کی فضا پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور اُس معاشرے میں امن قائم فرمانے کیلئے آپ کیا چاہتے تھے؟ تا کہ معاشرے میں بھی امن قائم ہو اور انسانیت کا شرف بھی قائم ہو۔ مدینہ پہنچنے کے بعد آپؐ نے یہودیوں سے جو معاہدہ فرمایا اس کی چند شرائط یہ تھیں کہ

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

مسلمان اور یہودی آپس میں ہمدردی اور اخلاص کے ساتھ رہیں گے اور ایک دوسرے کے خلاف زیادتی یا ظلم سے کام نہ لیں گے۔ اور باوجود اس کے کہ ہمیشہ اس شق کو یہودی توڑتے رہے مگر آپ احسان کا سلوک فرماتے رہے یہاں تک کہ جب انتہا ہوگئی تو یہودیوں کے خلاف مجبوراً سخت اقدام کرنے پڑے۔

دوسری شرط یہ تھی کہ ہر قوم کو مذہبی آزادی ہوگی۔ باوجود مسلمان اکثریت کے تم اپنے مذہب میں آزاد ہو۔

تیسری شرط یہ تھی کہ تمام باشندگان کی جانیں اور اموال محفوظ ہوں گے اور ان کا احترام کیا جائے گا سوائے اس کے کہ کوئی شخص جرم یا ظلم کا مرتکب ہو۔ اس میں بھی اب کوئی تفریق نہیں ہے۔ جرم کا مرتکب چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو اس کو بہرحال سزا ملے گی۔ باقی حفاظت کرنا سب کا مشترکہ کام ہے، حکومت کا کام ہے۔ پھر یہ کہ ہر قسم کے اختلاف اور تنازعات رسول اللہ ﷺ کے سامنے فیصلے کیلئے پیش ہوں گے اور ہر فیصلہ خدائی حکم کے مطابق کیا جائے گا۔ اور خدائی حکم کی تعریف یہ ہے کہ ہر قوم کی اپنی شریعت کے مطابق۔ فیصلہ بہرحال آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش ہونا ہے کیونکہ اس وقت حکومت کے مقتدر اعلیٰ آپؐ تھے۔ اس لئے آپ نے فیصلہ فرمانا تھا لیکن فیصلہ اس شریعت کے مطابق ہوگا اور جب یہودیوں کے بعض فیصلے ایسے ہوئے ان کی شریعت کے مطابق تو اس پر ہی اب عیسائی اعتراض کرتے ہیں یا دوسرے مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ جی ظلم ہوا۔ حالانکہ ان کے کہنے کے مطابق ان کی شرائط پر ہی ہوئے تھے۔

پھر ایک شرط یہ ہے کہ کوئی فریق بغیر اجازت رسول اللہ ﷺ کے جنگ کے لئے نہ نکلے گا۔ اس لئے حکومت کے اندر رہتے ہوئے اس حکومت کا پابند ہونا ضروری ہے۔ اب یہ جو شرط ہے یہ آجکل کی جہادی تنظیموں کیلئے بھی رہنما ہے کہ جس حکومت میں رہ رہے ہیں اس کی اجازت کے بغیر کسی قسم کا جہاد نہیں کر سکتے سوائے اس کے کہ اس حکومت کی فوج میں شامل ہو جائیں اور پھر اگر ملک لڑے یا حکومت تو پھر ٹھیک ہے۔

پھر ایک شرط ہے کہ اگر یہودیوں اور مسلمانوں کے خلاف کوئی قوم جنگ کرے گی تو وہ ایک دوسرے کی امداد میں کھڑے ہوں گے۔ یعنی دونوں میں سے کسی فریق کے خلاف اگر جنگ ہوگی تو دوسرے کی امداد کریں گے اور دشمن سے صلح کی صورت میں مسلمان اور غیر مسلم دونوں کو اگر صلح میں کوئی منفعت مل رہی ہے، کوئی نفع مل رہا ہے، کوئی فائدہ ہو رہا ہے تو اس فائدے کو ہر ایک حصہ رسدی حاصل کرے گا۔ اسی طرح اگر مدینے پر حملہ ہوگا تو سب مل کر اس کا مقابلہ کرینگے۔

پھر ایک شرط ہے کہ قریش مکہ اور ان کے معاونین کو یہود کی طرف سے کسی قسم کی امداد یا پناہ نہیں دی جائے گی کیونکہ مخالفین مکہ نے ہی مسلمانوں کو وہاں سے نکالا تھا۔ مسلمانوں نے یہاں آ کر پناہ لی تھی اس لئے اب اس حکومت میں رہنے والے اس دشمن قوم سے کسی قسم کا معاہدہ نہیں کر سکتے اور نہ کوئی مدد لیں گے۔ ہر قوم اپنے اخراجات خود برداشت کرے گی۔ یعنی اپنے اپنے خرچ خود کریں گے۔ اس معاہدے کی رو سے کوئی ظالم یا گناہگار یا مفسد اس بات سے محفوظ نہیں ہوگا کہ اسے سزا دی جاوے یا اس سے انتقام لیا جاوے۔ یعنی جیسا کہ پہلے بھی آ چکا ہے کہ جو کوئی ظالم ہوگا، گناہ کرنے والا ہوگا، غلطی کرنے والا ہوگا۔ بہرحال اس کو سزا ملے گی، پکڑ ہوگی۔ اور یہ بلاتفریق ہوگی، چاہے وہ مسلمان ہے یا یہودی ہے یا کوئی اور ہے۔

پھر اسی مذہبی رواداری اور آزادی کو قائم رکھنے کیلئے آپؐ نے نجران کے وفد کو مسجد نبوی میں عبادت کی اجازت دی اور انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے اپنی عبادت کی۔ جبکہ صحابہ کا خیال تھا کہ نہیں کرنی چاہئے۔ آپؐ نے کہا کوئی فرق نہیں پڑتا۔

پھر اہل نجران کو جو امان نامہ آپؐ نے دیا اس کا بھی ذکر ملتا ہے اس میں آپؐ نے اپنے اوپر یہ ذمہ داری قبول فرمائی کہ مسلمان فوج کے ذریعہ سے ان عیسائیوں کی (جو نجران میں آئے تھے) سرحدوں کی حفاظت کی جائے گی۔ ان کے گرجے ان کے عبادت خانے، مسافر خانے خواہ وہ کسی دور دراز علاقے میں ہوں یا شہروں میں ہوں یا پہاڑوں میں ہوں یا جنگلوں میں ہوں ان کی حفاظت مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ ان کو اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے کی آزادی ہوگی اور اُن کی اس آزادی عبادت کی حفاظت بھی مسلمانوں پر فرض ہے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیونکہ اب یہ مسلمان حکومت کی رعایا ہیں اس لئے اس کی حفاظت اس لحاظ سے بھی مجھ پر فرض ہے کہ اب یہ میری رعایا بن چکے ہیں۔

پھر آگے ہے کہ اسی طرح مسلمان اپنی جنگی مہموں میں انہیں (یعنی نصاریٰ کو) ان کی مرضی کے بغیر شامل نہیں کریں گے۔ ان کے پادری اور مذہبی لیڈر جس پوزیشن اور منصب پر ہیں وہ وہاں سے معزول نہیں کئے جائیں گے۔ اسی طرح اپنے کام کرتے رہیں گے۔ ان کی عبادت گاہوں میں مداخلت نہیں ہوگی وہ کسی بھی صورت میں زیر استعمال نہیں لائی جائیں گی۔ نہ سرائے بنائی جائیں گی نہ وہاں کسی کو ٹھہرایا جائے گا اور نہ کسی اور مقصد میں ان سے پوچھے بغیر استعمال میں لایا جائے گا۔ علماء اور راہب جہاں کہیں بھی ہوں ان سے جزیہ اور خراج وصول نہیں کیا جائے گا۔ اگر کسی مسلمان کی عیسائی بیوی ہوگی تو اسے مکمل آزادی ہوگی کہ وہ اپنے طور پر عبادت کرے۔ اگر کوئی اپنے علماء کے پاس جا کر مسائل پوچھنا چاہے تو جائے۔ گرجوں وغیرہ کی مرمت کیلئے آپؐ نے فرمایا کہ اگر وہ مسلمانوں سے مالی امداد لیں اور اخلاقی امداد لیں تو مسلمانوں کو مدد کرنی چاہئے کیونکہ یہ بہتر چیز ہے اور یہ نہ قرض ہوگا اور نہ احسان ہوگا بلکہ اس معاہدے کو بہتر کرنے کی ایک صورت ہوگی کہ اس طرح کے سوشل تعلقات اور ایک دوسرے کی مدد کے کام کئے جائیں۔

تو یہ تھے آپ ﷺ کے معیار مذہبی آزادی اور رواداری کے قیام کیلئے۔ اس کے باوجود آپ پر ظلم کرنے اور تلوار کے زور پر اسلام پھیلانے کا الزام لگانا انتہائی ظالمانہ حرکت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”پس جبکہ اہل کتاب اور مشرکین عرب نہایت درجہ بدچلن ہو چکے تھے اور بدی کر کے سمجھتے تھے کہ ہم نے نیکی کا کام کیا ہے اور جرائم سے باز نہیں آتے تھے اور امن عامہ میں خلل ڈالتے تھے تو خدا تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے ہاتھ میں عنان حکومت دے کر ان کے ہاتھ سے غریبوں کو بچانا چاہا۔ اور چونکہ عرب کا ملک مطلق العنان تھا اور وہ لوگ کسی بادشاہ کی حکومت کے ماتحت نہیں تھے اس لئے ہر ایک فرقہ نہایت بے قیدی اور دلیری سے زندگی بسر کرتا تھا“۔ کوئی قانون نہیں تھا کیونکہ کسی کے ماتحت نہیں تھے” اور چونکہ ان کیلئے کوئی سزا کا قانون نہ تھا۔ اس لئے وہ لوگ روز بروز جرائم میں بڑھتے جاتے تھے۔ پس خدا نے اس ملک پر رحم کر کے...... آنحضرت ﷺ کو اس ملک کیلئے نہ صرف رسول کر کے بھیجا بلکہ اس ملک کا بادشاہ بھی بنا دیا اور قرآن شریف کو ایک ایسے قانون کی طرح مکمل کیا جس میں دیوانی، فوجداری، مالی سب ہدایتیں ہیں۔ سو آنحضرت ﷺ بحیثیت ایک بادشاہ ہونے کے تمام فرقوں کے حاکم تھے اور ہر ایک مذہب کے لوگ اپنے مقدمات آپؐ سے فیصلہ کراتے تھے۔

قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ایک دفعہ ایک مسلمان اور ایک یہودی کا آنجناب کی عدالت میں مقدمہ آیا تو آنجناب نے تحقیقات کے بعد یہودی کو سچا کیا اور مسلمان پر اس کے دعویٰ کی ڈگری کی“۔ اس کا ذکر مَیں کر چکا ہوں۔ ”پس بعض نادان مخالف جو غور سے قرآن شریف نہیں پڑھتے وہ ہر ایک مقام کو آنحضرت ﷺ کی رسالت کے نیچے لے آتے ہیں حالانکہ ایسی سزائیں خلافت یعنی بادشاہت کی حیثیت سے دی جاتی تھیں“۔ یعنی یہ حکومت کا کام ہے۔

پھر فرماتے ہیں: ”بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ کے بعد نبی جدا ہوتے تھے اور بادشاہ جدا ہوتے تھے جو امور سیاست کے ذریعے سے امن قائم رکھتے تھے مگر آنحضرت ﷺ کے وقت میں یہ دونوں عہدے خدا تعالیٰ نے آنجناب“۔ یعنی آنحضرت ﷺ ”ہی کو عطا کئے اور جرائم پیشہ لوگوں کو الگ الگ کر کے باقی لوگوں کے ساتھ جو برتاؤ تھا وہ آیت مندرجہ ذیل سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ یہ ہے ﴿وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ وَالْاُمِّیّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ۔ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا۔ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ﴾ (الجزو 3 سورۃ آل عمران)۔ ”اور اے پیغمبر! اہل کتاب اور عرب کے جاہلوں کو کہو کہ کیا تم دین اسلام میں داخل ہوتے ہو۔ پس اگر اسلام قبول کر لیں تو ہدایت پا گئے۔ اگر منہ موڑیں تو تمہارا تو صرف یہی کام ہے کہ حکم الٰہی پہنچا دو۔ اس آیت میں یہ نہیں لکھا کہ تمہارا یہ بھی کام ہے کہ تم ان سے جنگ کرو۔ اس سے ظاہر ہے کہ جنگ صرف جرائم پیشہ لوگوں کیلئے تھا کہ مسلمانوں کو قتل کرتے تھے یا امن عامہ میں خلل ڈالتے تھے اور چوری ڈاکہ میں مشغول رہتے تھے۔ اور یہ جنگ بحیثیت بادشاہ ہونے کے تھا، نہ بحیثیت رسالت“۔ یعنی کہ جب آپ حکومت کے مقتدر اعلیٰ تھے تب جنگ کرتے تھے اس لئے نہیں کرتے تھے کہ نبی ہیں۔” جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَایُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ﴾ (الجزو 2 سورۃ البقرۃ)۔” (ترجمہ) تم خدا کے راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ یعنی دوسروں سے کچھ غرض نہ رکھو اور زیادتی مت کرو۔ خدا زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا“۔

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 242-243)

پس جس نبی پاک ﷺ پر یہ شریعت اتری ہے کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے پر اترے ہوئے احکامات کے معاملے میں زیادتی کرتا ہو۔ آپ ﷺ نے تو فتح مکہ کے موقع پر بغیر اس شرط کے کہ اگر اسلام میں داخل ہوئے تو امان ملے گی عام معافی کا اعلان کر دیا تھا۔ اس کی ایک مثال ہم دیکھ بھی چکے ہیں۔ اس کی مختلف شکلیں تھیں لیکن اس میں یہ نہیں تھا کہ ضرور اسلام قبول کرو گے تو معافی ملے گی۔ مختلف جگہوں میں جانے اور داخل ہونے اور کسی کے جھنڈے کے نیچے آنے اور خانہ کعبہ میں جانے اور کسی گھر میں جانے کی وجہ سے معافی کا اعلان تھا۔ اور یہ ایک ایسی اعلیٰ مثال تھی جو ہمیں کہیں اور دیکھنے میں نہیں آئی۔ مکمل طور پر یہ اعلان فرما دیا کہ ﴿لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ﴾ کہ جاؤ آج تم پر کوئی گرفت نہیں ہے۔ ہزاروں دُرود اور سلام ہوں آپ ﷺ پر جنہوں نے اپنے یہ اعلیٰ نمونے قائم فرمائے اور ہمیں بھی اس کی تعلیم عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی بھی توفیق دے۔

دنیائے مذاہب

حضرت مریم کے روحانی مقام کی بابت کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں کے اختلافات

(خالد سیف اللہ خان ۔ آسٹریلیا)

ایک خبر کے مطابق بہت سال پہلے ایک بین الاقوامی کمیشن مقرر کیا گیا تھا جس کے ذمہ یہ کام لگایا گیا تھا کہ وہ کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں کے درمیان اتحاد پیدا کرنے کی غرض سے ان کے اختلافی عقائد کا جائزہ لے کر کوئی ایسی درمیانی راہ نکالیں جو دونوں فرقوں کو قابل قبول ہو اور کوئی ایسی صورت نکل آئے کہ یہ دونوں فرقے مشترکہ طور پر عبادت (Communion) بجا لاسکیں۔ اس کمیٹی میں دس ممالک کے ۱۸ بشپ، پادری اور غیر پادری مذہبی رہنما شامل تھے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ باوجودیکہ کمیٹی ان فرقوں کے مرکزی رہنماؤں نے ہی بنائی تھی یہ بات طے کر لی گئی تھی کہ کمیٹی کا فیصلہ کسی پر Binding نہیں ہوگا۔ کمیٹی کی رپورٹ کا بہت لوگوں کو بشدّت انتظار تھا۔ اس کا اعلان ۱۷ مئی ۲۰۰۵ء کو امریکہ کے شہر سیاٹل (Seatle) میں کیا گیا۔

کمیٹی نے جس اختلافی مسئلہ کو سب سے پہلے لیا ہے وہ حضرت مریم کے روحانی مقام و مرتبہ سے تعلق رکھتا ہے۔ پروٹسٹنٹ کہتے ہیں کہ حضرت مریم ایک کمزور انسان تھیں۔ ہاں وہ ایک نیک خاتون تھیں اور حواری تھیں لیکن کیتھولک ان کے مقام اور روحانی طاقت کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور ان کو وہ عزت دیتے ہیں جو صرف یسوع کا حق ہے۔

کمیشن نے اپنی رپورٹ میں تسلیم کر لیا ہے کہ کیتھولکس کے یہ عقائد مذہبی کتب کی تعلیمات کے مطابق سمجھے جاسکتے ہیں کہ حضرت مریم پیدائشی گناہ سے مُبَرّا تھیں۔ وہ معصوم پیدا ہوئیں۔ وہ حضرت یسوع کی اوّلین پیرو (حواریہ) تھیں وہ مُتجسّم خدا (God Incarnate) کی والدہ تھیں۔ ان کا نجات (Salvation) کی تاریخ میں ایک مخصوص مقام تھا۔ وہ تمام عیسائیوں کے لئے تقدس، ایمان اور اطاعت کا نمونہ تھیں اور چرچ میں ان کا مقام رسول (Prophetic Figure) کا تھا۔ ہم ان سے درخواست کر سکتے ہیں کہ وہ ہمارے لئے دعا کریں لیکن وہ خود اپنے طور پر گناہوں کی سزا سے نجات نہیں دلا سکتیں۔ ان سے بھی دوسرے سینٹس (Saints) کی طرح درخواست کی جاسکتی ہے کہ وہ ہماری شفاعت کریں لیکن ان سے دعا نہیں مانگی جا سکتی۔ دعا اور عبادت کا حق صرف یسوع، باپ اور روح القدس کو ہے۔ وہ بھی یسوع کی طرح روح اور جسم سمیت آسمان پر چڑھ گئی تھیں۔

کمیشن نے البتہ حضرت مریم کے لوگوں پر ظاہر ہونے کے معجزات کو تسلیم نہیں کیا کہ وہ گویا نجی طور پر لوگوں کے سامنے آتی ہیں یا ان مجسموں سے خون یا آنسو ٹپکتے ہیں۔ اگرچہ پروٹسٹنٹ ان باتوں کو نہیں مانتے مگر کیتھولکس اس طرح کے بہت سے واقعات بیان کرتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ 1973ء میں جاپان کی ایک خانقاہ (Convent) میں نصب کردہ مریم کے ایک لکڑی کے مجسمہ کے دائیں ہاتھ سے لہو ٹپکا۔ 1975ء میں اس مجسمہ نے آنسو ٹپکائے اور سو بار مزید بھی ایسا ہونا بیان کیا گیا۔ اسی طرح یہ رپورٹ کیا گیا کہ 33-1932ء میں بلجیم کے ایک کونونٹ سکول کے کھیل کے میدان میں پانچ بچوں نے حضرت مریم کو 33 بار دیکھا۔

اس سے پہلے 1917ء میں پرتگال کے ایک فاطمہ نامی گاؤں میں حضرت مریم تین بچوں پر ظاہر ہوئیں اور ان کو ایک پوپ کے قتل کئے جانے کے متعلق وقوعہ سے پہلے بتایا۔ کہتے ہیں 1858ء میں فرانس کے ایک قصبہ بورڈز کے ایک شخص پر حضرت مریم اٹھارہ بار ظاہر ہوئیں اور یہ بات اتنی پھیلی کہ یہ گاؤں زیارتگاہ بن گیا۔ پروٹسٹنٹ تو ان باتوں کو نہیں مانتے۔ کہا جاتا ہے کہ پوپ جان پال دوم حضرت مریم کی تعظیم و عبادت کی حوصلہ افزائی کیا کرتے تھے۔

آخر میں کمیشن نے اعتراف کیا ہے کہ ہمارا معاہدہ سارے اختلافات کو حل نہیں کرتا جن میں خصوصی طور پر وہ سوالات شامل ہیں جن کا تعلق اس بات سے ہے کہ پوپ جن عقیدوں (Dogmas) کو اپنی سند سے جاری کرتے ہیں انجیل کی تعلیمات کی روشنی میں ان کو کیا مقام اور طاقت حاصل ہے۔

(ماخوذ از سڈنی مارننگ ہیرلڈ ۱۷/ مئی ۲۰۰۵ء)

یہ معاہدہ جس کا عنوان Mary-Grace and Hope in Christ رکھا گیا ہے۔ کٹّر پروٹسٹنٹوں کو پسند نہیں آیا۔ انہوں نے اس کے خلاف آوازیں اٹھانی شروع کر دی ہیں۔ چنانچہ اس خبر کی اشاعت کے اگلے ہی روز ایک رپورٹ لِنڈ مورس نے لکھا کہ مریم کے مقام کی تعیین کے لئے جو سنگِ میل قسم کا معاہدہ ہوا ہے اس پر اینگلیکنز (Anglicans) کو اعتراض ہے۔ ان کے قدامت پسند طبقہ نے متنبہ کیا ہے کہ اس معاہدہ سے دونوں فریقوں کے اتحاد کو سخت دھکہ لگا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ کمیشن مریم کو ایک عاجز اور بے بس انسان (A Broken Human Being) کے روپ میں پیش کرنے سے قاصر رہا ہے۔ سڈنی کے ایک حلقہ کے صاحب اثر بشپ ڈاکٹر رابرٹ ڈائل نے اس دستاویز کو ایک آفت (Disaster) قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اُس وقت تک مشترکہ عبادت ادا کرنے کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا جب تک کہ پہلے پوپ کے عقائد مذہبی کتابوں کے مطابق نہیں ہوتے۔

(ماخوذ از سڈنی مارننگ ہیرلڈ ۱۸ / مئی ۲۰۰۵ء)

اس خبر میں جو پہلو ہمارے لئے خصوصی دلچسپی کے حامل ہیں ان پر خاکسار کچھ مختصراً عرض کرنا چاہتا ہے۔ جو بات دل کو اچھی لگی ہے وہ اختلافی امور پر ایک دوسرے کو سننے کا حوصلہ اور ان کو حل کرنے کی کوشش ہے۔ یہ کمیشن عیسائیوں کے دو بڑے فرقوں کے سربراہوں کی طرف سے بین الاقوامی سطح پر قائم کیا گیا تھا اس کے باوجود اس کی سفارشات کو تسلیم کرنا کسی فریق کے لئے ضروری (Binding) نہ تھا۔ یہ بات بھی معقول تھی کیونکہ عقائد کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو خدا اور بندے کے درمیان ہوتا ہے اس لئے کوئی کمیشن، عدالت، اسمبلی یا ادارہ کسی عقیدہ کو درست قرار دے کر اُسے جبراً نافذ نہیں کرسکتی۔

ویسے سچی بات تو یہ ہے کہ کمیشن کی بعض سفارشات ہمیں بھی انجیل کی تعلیمات کے متضاد دکھائی دیتی ہیں۔ مثلاً لکھا ہے کہ دعا اور عبادت صرف باپ، بیٹے اور روح القدس کا ہی حق ہے کسی اور کا نہیں۔ حتی کہ ''خدا کے بیٹے کی ماں'' کا بھی نہیں۔ اس کے بالمقابل کہیں یہ لکھا ہوا نہیں ہے کہ یسوع مسیح نے کہا ہو کہ تم مجھ سے مانگو یا میری عبادت کرو بلکہ وہ تو خود بھی خدا سے رو رو کر دعائیں کرتے رہے اور اپنے حواریوں کو بھی دعائیں مانگنے کے لئے کہتے رہے۔ (دیکھو متی باب ۲۶ آیت ۴۱،۳۹) آپ نے انہیں وضاحت سے تلقین کی تھی کہ تم خدا کی عبادت کروگے۔ صرف خدا کی۔ (متی باب ۴:۱۰) کیونکہ خدا ایک ہی ہے اس کے سوا اور کوئی خدا نہیں۔ (مرقس باب ۳۲:۱۲)

دوسری بات رپورٹ میں حضرت مریم کے بارہ میں یہ کہی گئی ہے کہ وہ مجسم خدا کی والدہ تھیں جبکہ انجیل میں تو یہ لکھا ہے کہ وہ روح القدس (Holy Ghost) سے حاملہ ہوئی تھیں۔ (متی باب1 آیت20) اور شادی سے پہلے وہ جس بچے سے حاملہ تھیں وہ روح القدس کا تھا۔ (متی باب1 آیت18)

حضرت مریم کے بارہ میں ایک بات رپورٹ میں یہ کہی گئی ہے کہ وہ جیزس (Jesus) پر سب سے پہلے ایمان لائی تھیں۔ ہوسکتا ہے یہ بات درست ہو لیکن انجیل میں سب سے پہلے دو ایمان لانے والوں کے نام لکھے ہیں وہ انڈریو اور اس کا بھائی سائمن تھا (یوحنا باب 1 آیت 35-41) اور انہوں نے کہا تھا کہ ہم نے مسیح کو پالیا ہے۔ (نہ کہ خدا کے بیٹے کو)

پھر حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حواری قرار دیا گیا ہے جبکہ متی باب ۱:۱۰ میں جن بارہ حواریوں کے نام لکھے ہیں ان میں حضرت مریم کا نام درج نہیں۔

انجیل کے مقابلہ میں قرآن کریم میں حضرت مریم کا ذکر بہت زیادہ عزّت واکرام سے آیا ہے۔ ان کو پڑھ کر دل اُن کی محبت سے بھر جاتا ہے اور ان کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعا نکلتی ہے۔ فرمایا: ''جب عمران کی ایک عورت نے کہا اے میرے رب! جو کچھ بھی میرے پیٹ میں ہے یقیناً وہ میں نے تیری نذر کر دیا (دنیا کے جھمیلوں سے) آزاد کرتے ہوئے۔ پس تو مجھ سے قبول کر لے۔ یقیناً تو ہی بہت سننے والا (اور) بہت جاننے والا ہے۔ پس جب اُس نے اُسے جنم دیا تو اس نے کہا اے میرے رب! میں نے تو بچی کو جنم دیا ہے۔ جبکہ اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اُس نے کس چیز کو جنم دیا تھا۔ اور نر، مادہ کی طرح نہیں ہوتا اور (اس عمران کی عورت نے کہا) یقیناً مَیں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور مَیں اُسے اور اس کی نسل کو راندۂ درگاہ شیطان سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ پس اس کے رب نے اُسے ایک حسین قبولیت کے ساتھ قبول کیا اور اس کی احسن رنگ میں نشو ونما کی اور زکریا کو اس کا کفیل ٹھہرایا۔ جب کبھی بھی زکریا اس کے پاس محراب میں داخل ہوا تو اُس نے اس کے پاس کوئی رزق پایا۔ اس نے کہا اے مریم! تیرے پاس یہ کہاں سے آتا ہے؟ اس نے (جواباً) کہا یہ اللہ کی طرف سے ہے یقیناً اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔''

(آل عمران آیت 37-38)

''اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم یقیناً اللہ نے تجھے چن لیا ہے اور تجھے پاک کر دیا ہے اور تجھے سب جہانوں کی عورتوں پر فضیلت بخشی ہے۔ اے مریم اپنے رب کی فرمانبردار ہو جا اور سجدہ کر اور سجدہ کرنے والوں کے ہمراہ جھک جا۔'' (آل عمران آیت 43-44)

''اور وہ خاتون (مریم) جس نے اپنی عصمت کو اچھی طرح بچائے رکھا تو ہم نے اس میں اپنے امر میں سے کچھ پھونکا اور اُسے اور اس کے بیٹے کو ہم نے تمام جہانوں کے لئے ایک نشان بنا دیا۔'' (الأنبیاء آیت 92)

کیا ساری انجیل میں کوئی اس طرح کے تعریفی الفاظ حضرت مریم کے بارہ میں پیش کرسکتا ہے؟

❁❁❁❁❁

بقیہ: سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی عظیم الشان دینی خدمات
از صفحہ نمبر4

میں سوارہ کی رسم جس میں قتل و غارت گری سے بچنے کے لئے نوعمر لڑکیوں تک کو بوڑھوں سے بیاہ دیا جاتا ہے اور بالائی پنجاب میں ونی اور بازو کی رسم عورت کی تذلیل کا منہ بولتا ثبوت ہے لیکن مسیح پاک علیہ السلام نے آ کر عورت کی حرمت اور عزت کو قرآن و حدیث کی تعلیم کے مطابق قائم کیا۔

آپ نے فرمایا:

''یہ مت سمجھو کہ پھر عورتیں ایسی چیزیں ہیں کہ ان کو بہت ذلیل اور حقیر قرار دیا جاوے۔ نہیں نہیں۔ ہمارے ہادیٔ کامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ۔ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جس کا اپنے اہل کے ساتھ عمدہ سلوک ہو۔ بیوی کے ساتھ جس کا عمدہ چال چلن اور معاشرت اچھی نہیں وہ نیک کہاں۔ دوسروں کے ساتھ نیکی اور بھلائی تب کر سکتا ہے جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ عمدہ سلوک کرتا ہو اور عمدہ معاشرت رکھتا ہو۔ نہ یہ کہ ہر ادنیٰ بات پر زدوکوب کرے۔ ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ بعض دفعہ ایک غصّہ سے بھرا ہوا انسان بیوی سے ادنیٰ سی بات پر ناراض ہو کر اس کو مارتا ہے اور کسی نازک مقام پر چوٹ لگی ہے اور بیوی مر گئی ہے۔ اس لئے ان کے واسطے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ ﴿عَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ہاں اگر وہ بیجا کام کرے تو تنبیہہ ضروری چیز ہے۔ انسان کو چاہئے کہ عورتوں کے دل میں یہ بات جما دے کہ وہ کوئی ایسا کام جو دین کے خلاف ہو کبھی بھی پسند نہیں کر سکتا اور ساتھ ہی وہ ایسا جابر اور ستم شعار نہیں کہ اس کی کسی غلطی پر بھی چشم پوشی نہیں کرسکتا''۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 303-304 جدید ایڈیشن)

پھر فرمایا: ''فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں''۔ ''ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ ہم کو خدا نے مرد بنایا ہے اور درحقیقت یہ ہم پر اتمام نعمت ہے۔ اس کا شکر یہ ہے کہ ہم عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں''۔

(ملفوظات جلد اول۔ صفحہ 307۔ جدید ایڈیشن)

پھر فرمایا:

''حدیث میں ہے خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ یعنی تم میں سے اچھا وہی ہے جو اپنی بیوی سے اچھا ہے۔ سو روحانی اور جسمانی طور پر اپنی بیویوں سے نیکی کرو۔ ان کے لئے دعا کرتے رہو، اور طلاق سے پرہیز کرو کیونکہ نہایت بد، خدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو طلاق دینے میں جلدی کرتا ہے جس کو خدا نے جوڑا ہے اس کو ایک گندے برتن کی طرح جلد مت توڑو''۔ (ضمیمہ تحفۂ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد17 صفحہ 37 حاشیہ)

(باقی آئندہ شمارہ میں)

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وسعت حوصلہ

(سید میر محمود احمد ناصر۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ)

﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ ۔وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ۔الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَھْرَکَ۔ وَرَفَعْنَالَکَ ذِکْرَکَ۔ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِیُسْرًا۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِیُسْرًا ۔ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ۔ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ﴾(الانشراح)

(ترجمہ):اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا،بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔کیا ہم نے تیری خاطر تیرا سینہ کھول نہیں دیا؟اور تجھ سے ہم نے تیرا بوجھ اتارنہیں دیا؟جس نے تیری کمرتوڑ رکھی تھی۔اور ہم نے تیرے لئے تیرا ذکر بلند کردیا۔پس یقیناً تنگی کے ساتھ آسائش ہے۔یقیناً تنگی کے ساتھ آسائش ہے۔پس جب تُو فارغ ہو جائے تو کمرِ ہمّت کس لے۔ اوراپنے ربّ ہی کی طرف رغبت کر۔

﴿فَبِمَا رَحْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَھُمْ وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ فَاعْفُ عَنْھُمْ وَاسْتَغْفِرْلَھُمْ وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ ۔ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ۔اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ﴾۔(سورۃ آل عمران آیت ۱۶۰)

ترجمہ:پس اللہ کی خاص رحمت کی وجہ سے تُو ان کے لئے نرم ہوگیا۔اوراگرتُو تُندخُو (اور) سخت دل ہوتا تو وہ ضرور تیرے گرد سے دُور بھاگ جاتے۔پس ان سے درگزر کر اور ان کے لئے بخشش کی دعا کر اور (ہر) اہم معاملہ میں ان سے مشورہ کر۔پس جب تُو (کوئی) فیصلہ کر لے تو پھر اللہ ہی پر توکل کر۔یقیناً اللہ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

﴿وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ۔ فَسَاَکْتُبُھَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ۔ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَ ھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھٰھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ۔ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّرُوْہُ وَنَصَرُوْہُ وَاتَّبَعُوْا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ۔ اُوْلٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔قُلْ یٰٓاَیُّھَاالنَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا ۨ الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَکَلِمٰتِہٖ وَاتَّبِعُوْہُ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ﴾۔

(الاعراف:157-159)

ترجمہ:اور میری رحمت وہ ہے کہ ہر چیز پر حاوی ہے۔پس میں اُس (رحمت) کو ان لوگوں کے لئے واجب کر دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔

جو اس رسول نبی اُمّی پر ایمان لاتے ہیں جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔وہ ان کو نیک باتوں کا حکم دیتا ہے اور انہیں بُری باتوں سے روکتا ہے اور اُن کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال قرار دیتا ہے اور اُن پر ناپاک چیزیں حرام قرار دیتا ہے اور اُن سے اُن کے بوجھ اور طوق اتار دیتا ہے جو اُن پر پڑے ہوئے تھے۔پس وہ لوگ جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور اسے عزت دیتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو اس کے ساتھ اتارا گیا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

تُو کہہ دے کہ اے انسانو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کے قبضے میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے۔اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔پس ایمان لے آؤ اللہ پر اور اس کے رسول نبیٔ اُمّی پر جو اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے اور اُسی کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔

﴿طٰہٰ۔ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی۔اِلَّا تَذْکِرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰی۔ تَنْزِیْلًامِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی۔ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا وَمَاتَحْتَ الثَّرٰی﴾(طٰہٰ:2-7)

(ترجمہ):طیّب۔ ھادي:اے پاک (رسول) اور ہادیٔ کامل!ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ تُو دکھ میں مبتلا ہو۔مگر (یہ) محض نصیحت کے طور پر ہے اُس کے لئے جو ڈرتا ہے۔اس کا اتارا جانا اس کی طرف سے ہے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا۔رحمان۔وہ عرش پر متمکّن ہوا۔اسی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور جو اِن دونوں کے درمیان ہے اور وہ بھی جو زمین کی گہرائیوں میں ہے۔

﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَایَسْطُرُوْنَ۔ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ۔وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ۔ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾(القلم:2-5)

(ترجمہ): ن۔قسم ہے قلم کی اور اس کی جو وہ لکھتے ہیں۔تُو اپنے ربّ کی نعمت کے طفیل مجنون نہیں ہے۔اور یقیناً تیرے لئے ایک لامتناہی اجر ہے۔اور یقیناً تو بہت بڑے خُلق پر فائز ہے۔

﴿لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَاعَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ (التوبہ آیت نمبر128)

(ترجمہ):یقیناً تمہارے پاس تمہی میں سے ایک رسول آیا۔اسے بہت سخت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اٹھاتے ہو (اور) وہ تم پر (بھلائی چاہتے ہوئے) حریص (رہتا) ہے۔مومنوں کے لئے بے حد مہربان (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

قرآنی نظریہ حیات کے مطابق نفسِ انسانی ایک وحدتِ خلقی ہے جو اپنے تمام تر تنوع کے باوجود،اپنی ذات میں ایک عالمِ صغیر ہونے کے باوجود اپنی تمام وسعتوں کے باوصف،ایک اکائی ہے جسے اپنی بے پناہ صلاحیتوں ،استعدادوں اور طاقتوں کو ضبط میں رکھنے کے لئے عقل کی رسی اور حکمت کی نکیل عطا کی گئی ہے۔ اوراس تنوّع میں یہ وحدت اس کو توحید باری تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ صفاتِ باری تعالیٰ کی تجلیّات کی بے انداز وسعتیں جو توحید کی لڑی میں پروئی ہوئی ہیں سب سے کامل طور پر نفسِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر جلوہ آراء ہوئیں اور نفسِ انسانی کا یہ کامل ترین معراج طٰہٰ ہے یعنی تمام انسانی استعدادوں اور صلاحیتوں اور اخلاق اور طاقتوں کا بلند ترین نقطہ ہے اور ایک کامل وحدت ہے۔

اس وحدت کے مختلف پہلوؤں کو الگ الگ کر کے دیکھنا آسان کام نہیں کیونکہ اس کا ہر پہلو اپنے مرکز سے اور مرکز اپنے تمام تر پہلوؤں کے ساتھ وحدتِ خلقی کے طور پر وابستہ ہے ۔طینت پاک محمدی صلی اللہ علیہ وسلم وسعتِ حوصلہ کا عظیم دریا جو عالی ظرفی کے چشمہ سے پھوٹتا ہے نفسِ پاکِ نورانی کے ساتھ اس طرح وابستہ ہے کہ اِس پہلو کو دیکھنے کے لئے بھی حیاتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مجموعی نظر ڈالنا ضروری ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ طیّبہ پر جامع نظر خواہ وہ تعلق باللہ کے پہلو پر ہو یا خلق اللہ کی ہمدردی و غمخواری پر،خواہ جان کے دشمن بیرونی حملہ آوروں کے مقابلہ پر ہو یا گھر کے بچوں اور خادموں سے سلوک پر،خواہ شہر کے اندر رہنے والے زیرِ احسان احسان نا فراموشوں اور غداروں سے رویہ کے ضمن میں ہو یا صدیوں بعد آنے والے افرادِ امّت پر شفقت سے وابستہ ہو،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عالی ظرفی اور وسعتِ حوصلہ کا عظیم نظارہ پیش کرتی ہے۔

انسانی اخلاق و استعدادات کے جملہ پہلو جہاں کلّی طور پر اپنے مجموعہ سے وابستہ ہیں وہاں بعض اخلاق و استعدادات بعض دوسرے اخلاق واستعدادات سے انفرادی طور پر بھی گہرا تعلق رکھتے ہیں جیسے ذاتِ باری تعالیٰ کی صفاتِ حسنہ کے ایک وحدت ہوتے ہوئے بھی بعض صفات کو بطورِ خاص قرآنِ مجید میں جوڑوں کی شکل میں بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً غَفُوْرٌ رَحِیْمٌ عَلِیْمٌ وَحَکِیْمٌ وغیرہ اسی طرح وسعتِ حوصلہ کا عالی وصف شجاعت، جود وسخا،عفو وغیرہ اوصافِ حسنہ کے ساتھ خصوصی طور پر بندھا ہوا ہے اور ان اوصاف کے ساتھ اس وصف کا مشاہدہ اس کو اجاگر کرتا ہے اور چمکاتا ہے ۔اس تمہید کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعتِ حوصلہ کے آٹھ پہلو پیشِ خدمت ہیں۔

(1)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعتِ حوصلہ کا مشاہدہ کرتے ہوئے اس بات کو مدّ نظر رکھنا ضروری ہے کہ دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادی صفت ربّ العالمین کا مظہر کامل ہونا ہے۔

جس طرح قرآن کا خدا ربّ العالمین ہے۔ وید کے خدا کی طرح صرف آریوں کا ربّ نہیں۔ پرانے عہد نامہ کے خدا کی طرح بارہ قبائل تک اس کی ربوبیت محدود نہیں۔ نئے عہد نامہ کا خدا بیٹوں کی روٹی لے کر دوسروں کو دینا پسند نہیں کرتا۔مگر قرآن کے خدا کا فیضان رنگ و نسل اور زمانہ کی حدود سے بالا ہے۔اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا ایک ہی ہے۔تین خدا نہیں ہیں۔مگر مختلف تجلّیات کی رو سے اُسی ایک خدا میں تین شانیں ظاہر ہوگئیں۔چونکہ موسیٰؑ کی ہمت صرف بنی اسرائیل اور فرعون تک ہی محدود تھی اس لئے موسیٰؑ پر تجلّی قدرتِ الٰہی اُسی حد تک محدود رہی۔اور اگر موسیٰؑ کی نظر اُس زمانہ اور آئندہ زمانوں کے تمام بنی آدم پر ہوتی تو توریت کی تعلیم بھی ایسی محدود اور ناقص نہ ہوتی جو اَب ہے۔

ایسا ہی حضرت عیسیٰؑ کی ہمت صرف یہود کے چند فرقوں تک محدود تھی جو اُن کی نظر کے سامنے تھے اور دوسری قوموں اور آئندہ زمانہ کے ساتھ ان کی ہمدردی کا کچھ تعلق نہ تھا اس لئے قدرتِ الٰہی کی تجلّی بھی اُن کے مذہب میں اُسی حد تک محدود رہی۔جس قدر ان کی ہمت تھی ....مگر جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہوا اس کی نظر محدود نہ تھی اور اس کی عام غمخواری اور ہمدردی میں کچھ قصور نہ تھا بلکہ کیا باعتبار زمان اور کیا باعتبار مکان اس کے نفس کے اندر کامل ہمدردی موجود تھی اس لئے قدرت کی تجلّیات کا پورا اور کامل حصّہ اس کو ملا اور وہ خاتم الانبیاءؐ بنے‘‘۔

(حقیقۃ الوحی ۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 28تا 29)

پھر فرماتے ہیں:

’’چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء اور سب رسولوں سے بہتر اور بزرگ تر تھے اور خدائے تعالیٰ کو منظور تھا کہ جیسے آنحضرتؐ اپنے ذاتی جوہر کے رو سے فی الواقعہ سب انبیاء کے سردار ہیں ایسا ہی ظاہری خدمات کی رو سے بھی اُن کا سب سے فائق اور برتر ہونا دنیا پر ظاہر ہو اور روشن ہو جائے اس لئے خدائے تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو کافّہ بنی آدم کے لئے عام رکھا تا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محنتیں اور کوششیں عام طور پر ظہور میں آویں۔موسیٰؑ اور ابنِ مریم کی طرح ایک خاص قوم سے مخصوص نہ ہوں۔اور تا ہر یک طرف سے اور ہر یک گروہ اور قوم سے تکالیفِ شاقہ اٹھا کر اُس اجرِ عظیم کے مستحق ٹھہر جائیں کہ جو دوسرے نبیوں کو نہیں ملے گا‘‘۔

(براہین احمدیہ۔روحانی خزائن جلد1 صفحہ653-654 مطبوعہ لندن)

پھر فرماتے ہیں:

’’میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کل نبی جو اس وقت تک گزر چکے تھے سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ، ہرگز نہ کر سکتے۔ان میں وہ دل وہ قوت نہ تھی جو ہمارے نبیؐ کو ملی تھی اگر کوئی کہے کہ یہ نبیوں کی معاذ اللہ سوءِ ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افتراء کرے گا۔مَیں نبیوں کی عزت اور حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں لیکن نبی کریمؐ کی فضیلت کُل انبیاء پر میرے ایمان کا جزوِ اعظم ہے اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے`یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں۔ بدنصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کہے ہمارے نبی کریمؐ نے وہ کام کیا جو نہ الگ الگ اور نہ مل مل کر کسی سے ہو سکتا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

﴿ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء﴾‘‘۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر وسعتِ حوصلہ کا یہ ظہور تھا جس کے نتیجہ میں یہ کائنات کو ہلا کر رکھ دینے والا نقارہ

بجایا گیا۔﴿قُلْ یٰٓاَ یُّھَاالنَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا ۣ الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَ رْضِ۔ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَ کَلِمٰتِہٖ وَاتَّبِعُوْہُ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ﴾۔ (الاعراف:159)

تم ساری انسانیت کومخاطب کر کے کہو کہ مَیں سب کی طرف اللہ کارسول بنا کر بھیجا گیا ہوں جوتمام کائنات کا بادشاہ ہےاوراس کےسوا کوئی معبودنہیں وہ زندہ بھی کرتا ہےاور مارتا بھی ہے۔پس اللہ پراوراس کےرسول پرایمان لاؤجو نبی بھی ہےاوراُمّی بھی ہےاور اللہ اوراس کےکلمات پرایمان لاتا ہےاوراس کی اتباع کروتا کہ تم ہدایت پاؤ۔

(2)

حضور ﷺ کی وسعتِ حوصلہ اور عالی ظرفی کا ایک عظیم پہلواس جلیل القدروحی کا موردبنناتھا جس کے بوجھ کو برداشت کرنا معمولی دل گردے کا کام نہ تھا۔جس کے زبردست بوجھ کے بارہ میں خوداس وحی کا بیان ہے﴿اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا﴾ (المزمل: 5) جس کی صرف ظاہری شدت کا یہ عالم تھا کہ زید بن ثابتؓ ایک دفعہ حضور ﷺ کے قریب بیٹھے ہوئے تھےاوروحی کا نزول ہونے لگا اورحضور کی رانِ مبارک زید بن ثابتؓ کی ران کوچھورہی تھی۔تو انہوں نے محسوس کیا کہ ان کی ران بوجھ کی شدت سے کچلی جائے گی۔

اس ظاہری بوجھ کی ایک مثال صحابہؓ نے یہ دیکھی کہ حضور ﷺ اونٹ پرسوار تھے کہ وحی کا نزول ہونے لگا اور اونٹ کے پاؤں بوجھ کی شدت سے مڑنے لگے۔ یہ توصرف ظاہری بوجھ کی کیفیت تھی مگر یہ کلام اپنے ساتھ اتنی زبردست باطنی اور معنوی ذمہ داری کا بوجھ لایا جوتاریخ انسانیت میں بےمثل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”وحی الٰہی ایک ایسا آئینہ ہےجس میں خدائے تعالیٰ کی صفاتِ کمالیہ کا چہرہ حسبِ صفائی باطن نبی منزل علیہ کےنظر آتا ہےاور چونکہ آنحضرت ﷺ اپنی پاک باطنی وانشراح صدری وعصمت وحیاوصدق وصفاوتوکل ووفا اورعشقِ الٰہی کےتمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اورسب سے افضل واعلیٰ واکمل وارفع واجلیٰ واصفا تھے اس لئے خدائے جل شانہ نے اُن کوعطرِ کمالاتِ خاصہ سے سب سے زیادہ معطّر کیا اور وہ سینہ اور دل جوتمام اولین وآخرین کے سینہ ودل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر وروشن تر وعاشق تر تھا وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اس پرایسی وحی نازل ہوکہ جوتمام اولین وآخرین کی وحیوں سے اقویٰ واکمل وارفع واتم ہوکر صفاتِ الٰہیہ کے دکھلانے کے لئے ایک نہایت صاف اورکشادہ اور وسیع آئینہ ہو۔سو یہی وجہ ہے کہ قرآنِ شریف ایسے کمالاتِ عالیہ رکھتا ہے جواس کی تیز شعاعوں اورشوخ کرنوں کے آگے تمام صحفِ سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے۔کوئی زہن ایسی صداقت نکال نہیں سکتا جو پہلے ہی سے اس میں درج نہ ہو۔کوئی فکرایسے برہان عقلی پیش نہیں کرسکتا جو پہلے ہی سے اس نے پیش نہ کی ہو۔کوئی تقریرایسا قوی اثرکسی دل پرڈال نہیں سکتی جیسے قوی اور پربرکت اثر لاکھوں دلوں پروہ ڈالتا آیا ہے۔ وہ بلاشبہ صفات کمالیہ حق تعالیٰ کاایک نہایت مصفا آئینہ ہےجس میں سے وہ سب کچھ ملتا ہے جوایک سالک کو مدارج عالیہ معرفت تک پہنچنے کے لئے درکار ہے“۔

(سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد2 صفحہ71-72)

(3)

وسعتِ حوصلہ،صبرواستقامت وہمت وشجاعت کےساتھ لازم وملزوم ہے۔

حضور ﷺ کی بےنظیر شجاعت بےمثل صبرو استقامت مکہ کی گلیوں،شعبِ ابی طالب کی بندشوں، طائف کی گھاٹیوں،غارِثور کی راتوں،بدر کے پانی،اُحد کی پہاڑیوں،غزوۂ احزاب کی خندق،حدیبیہ کے میدان، حنین کی وادی،تبوک کی ساعۃ العسرۃ میں چمکی۔

حضرت براء بن عازب جن کے جوہرفتوحات ایران میں چمکے کہتے ہیں کہ ہم میں سے بہادروہ سمجھا جاتا تھا جو جنگ میں حضور ﷺ کےساتھ ٹھہرسکتا تھا۔حضرت علیؓ جیسے بہادر کہتے ہیں کہ شدتِ جنگ میں حضور ﷺ دشمن کےسب سے قریب ہوتے اور ہم اس نازک وقت میں حضور ﷺ کی پناہ لیتےٗ حضرت انسؓ کہتے ہیں کَانَ اَشْجَعَ النَّاس۔آپ سب لوگوں سےزیادہ شجاع تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”خیال کرنا چاہئے کہ کس استقلال سےآنحضرتؐ اپنے دعویٰ نبوت پر باوجود پیدا ہوجانے ہزاروں خطرات اورکھڑے ہوجانے لاکھوں معاندوں اورمزاحموں اورڈرانے والوں کےاول سےاخیر دم تک ثابت اورقائم رہے۔ برسوں تک وہ مصیبتیں دیکھیں اوروہ دکھ اٹھانے پڑے جو کامیابی سے بکلّی مایوس کرتے تھےاورروز بروز بڑھتے جاتے تھے کہ جن پرصبر کرنے سے کسی دنیوی مقصد کا حاصل ہوجانا وہم بھی نہیں گزرتا تھا۔ بلکہ نبوت کا دعویٰ کرنے سےازدست اپنی پہلی جمعیت کو بھی کھوبیٹھےاورایک بات کہہ کرلاکھ تفرقہ خریدلیااور ہزاروں بلاؤں کواپنے سر پر بلا لیا۔وطن سےنکالے گئے،قتل کے لئے تعاقب کئے گئے، گھراوراسباب تباہ اوربرباد ہوگیا۔بارہازہردی گئی اور جو خیرخواہ تھے وہ بدخواہ بن گئے اور جودوست تھے وہ دشمنی کرنے لگے۔اورایک زمانہء درازتک وہ تلخیاں اٹھانی پڑیں کہ جن پرثابت قدمی سے ٹھہرے رہنا کسی فریبی اور مکّار کا کام نہیں۔

اور پھر جب مدّت مدید کے بعدغلبہ اسلام کا ہواتو اُن دولت اوراقبال کے دنوں میں کوئی خزانہ اکٹھا نہ کیا، کوئی عمارت نہ بنائی،کوئی بارگہ تیار نہ ہوئی،کوئی سامان شاہانہ عیش وعشرت کا تجویز نہ کیا گیا،کوئی اورذاتی نفع نہ اٹھایا بلکہ جو کچھ آیا وہ سب یتیموں اور مسکینوں اور بیوہ عورتوں اورمقروضوں کی خبرگیری میں خرچ ہوتا رہا۔اور کبھی ایک وقت بھی سیرہوکرنہ کھایا۔

اور پھر صاف گوئی اس قدر کہ توحید کا وعظ کر کے سب قوموں اورسارے فرقوں اورتمام جہان کےلوگوں کو جوشرک میں ڈوبے ہوئے تھے مخالف بنالیا۔جواپنے اور خویش تھےان کو بت پرستی سےمنع کرکےسب سے پہلے دشمن بنایا۔ یہودیوں سے بھی بات بگاڑ لی کیونکہ ان کو طرح طرح کی مخلوق پرستی اورپیر پرستی اور بداعمالیوں سے روکا۔حضرت مسیحؑ کی تکذیب اورتوہین سےمنع کیا جس سےان کا نہایت دل جل گیااورسخت عداوت پرآمادہ ہو گئے اور ہردم قتل کی گھات میں رہنے لگے۔اسی طرح عیسائیوں کوبھی خفا کردیا گیا کیونکہ جیسا کہ ان کا اعتقادتھا حضرت عیسیٰؑ کو نہ خدا،نہ خدا کا بیٹا قرار دیا اور نہ ان کو پھانسی مل کر دوسروں کو بچانے والاتسلیم کیا۔آتش پرست اورستارہ پرست بھی ناراض ہوگئے کیونکہ ان کوبھی ان کے دیوتوں کی پرستش سے ممانعت کی گئی اور مدارنجات کا صرف توحیدٹھہرائی گئی۔اب جائے انصاف ہے کہ کیا دنیا حاصل کرنے کی یہی تدبیرتھی کہ ہریک فرقہ کوایسی ایسی صاف اوردل آزار باتیں سنائی گئیں کہ جس سے سب نےمخالفت پرکمر باندھ لی اورسب کے دل ٹوٹ گئے اور قبل اس کے کہ اپنی کچھ ذرہ بھی جمعیت بنی ہوتی یاکسی کا حملہ روکنے کے لئے کچھ طاقت بہم پہنچ جاتی سب کی طبیعت کوایسا اشتعال دے دیا کہ جس سے وہ خون کے پیاسے ہوگئے ......لیکن واقعات حضرت خاتم الانبیاء ﷺ پرنظر کرنے سے یہ بات نہایت واضح اورنمایاں اور روشن ہے کہ آنحضرتؐ اعلیٰ درجہ کے یکرنگ اور صاف باطن اورخدا کے لئے جاں باز اورخلقت کے بیم وامید سے بالکل منہ پھیرنے والے اورمحض خداپرتوکل کرنے والے تھے کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اورمرضی میں محو اورفنا ہوکراس بات کی کچھ بھی پروا نہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیابلا میرے سرپرآوے گی اورمشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اوردرد اٹھانا ہوگا۔ بلکہ تمام شدتوں اورسختیوں اورمشکلوں کواپنے نفس پرگوارا کرکے اپنے مولیٰ کاحکم بجالائے اور جوجوشرط مجاہدہ اوروعظ اور نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی اورکسی ڈرانے والے کوکچھ حقیقت نہ سمجھا۔

ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواضعاتِ خطرات اورپھرکوئی ایسا خداپرتوکل کرکے کھلا کھلے شرک اورمخلوق پرستی سےمنع کرنے والا اوراس قدردشمن اورپھرکوئی ایسا ثابت قدم اوراستقلال کرنے والا ایک بھی ثابت نہیں“۔

(براہینِ احمدیہ۔ روحانی خزائن جلد1صفحہ108-112)

(4)

وسعتِ حوصلہ کاتصوراپنے جانی دشمنوں کےساتھ عفو اورحسنِ سلوک کےبغیرنامکمل ہے،ایساعفوجوحکمت واصلاح پرمبنی ہو۔وہ عفونہیں جومعاشرہ کوجرائم کاشکار بنادے۔

ہماری مجالس میں فتح مکہ کےموقعہ پرجانی دشمنوں اوراذیت دینے والوں کے بےمثال عفوکا تذکرہ ہوتا رہتا ہے۔ طائف کے بعدمَلَکُ الجبال کی پیشکش پرحضور ﷺ کا جواب ہم سب جانتے ہیں۔ اول المعاندین ابوجہل کا بیٹا عکرمہ،حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبانے والی ہندہ اوران کا قاتل وحشی،سازشی دشمنوں کا سردارابوسفیان، سوتے میں سرپرتلوارلےکرکھڑے ہونے والادشمن،زہر کھلاکرمارنے کی کوشش کرنے والی یہودیہ،ٹونےٹوٹکے کرنے والالبید بن اعصم ،سب اسی حُسنِ عفوکا مورد بنے۔اُبَیّ بن سلول کا وہ بیٹا جوسالہا سال اذیتیں دیتا رہا دکھ پہنچاتارہااوراس انتہا پرپہنچ گیا کہ آپؐ کو اَحَبُّ النَّاس زوجہ مطہرہ ومقدسہ سیدۃ المعصومات پرحددرجہ ناپاک اور دل کوچھلنی کرنے والےگندےاتہام کی مہم اس نے چلائی اس کوبھی اپنی عالی ظرفی اوروسعتِ حوصلہ کےنتیجہ میں ہر موقعہ پرمعاف کیااوراس کےمرنے پراس کی تکفین کے لئے اپنےجسدِ مبارک پرپہنا ہوا قمیص عطافرمایا۔اس کی نمازِجنازہ پڑھائی اورغالباًستّرمرتبہ سےزیادہ اس کے لئے دعائے استغفار کی۔اوریہ وہ ظہورکرم تھا کہ اس کی منافقین کی پارٹی کےبیشترارکان اس ناقابلِ یقین واقعہ کو دیکھ کرکہ اتنی اذیّت دینے والے سے اس قدرشفقت کا سلوک ہواخالص دل سےتوبہ کرکے جماعت مومنین میں آشامل ہوئے۔

وسعتِ حوصلہ اور عالی ظرفی کا یہ بلند پایہ اظہار ہمیں پھراس طرف توجہ دلاتا ہے کہ حضور ﷺ اُس محسن، اس خدا کےمظہراتم ہیں جوگناہ پرگناہ دیکھتا ہےاورانعام پرانعام کرتا ہے۔ظلم پرظلم دیکھتا ہےاوراحسان پراحسان کرتا ہے۔

لیا ظلم کا عفو سے انتقام
عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ السَّلَام

حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”پھر جب دوسرا زمانہ آیا یعنی فتح اور اقتدار اور ثروت کا زمانہ تو اس زمانہ میں بھی آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ اخلاق عفواورسخاوت اورشجاعت کے ایسے کمال کے ساتھ صادر ہوئے جوایک گروہ کثیر کفّار کاانہی اخلاق کو دیکھ کر ایمان لایا۔دُکھ دینے والوں کو بخشا اورشہر سے نکالنے والوں کو امن دیا، ان کے محتاجوں کو مال سے مالا مال کردیااورقابو پاکراپنے بڑے بڑے دشمنوں کوبخش دیا۔چنانچہ بہت سےلوگوں نے آپؐ کےاخلاق کودیکھ کر گواہی دی کہ جب تک خدا کی طرف سے اور حقیقۃ راستباز نہ ہو یہ اخلاق ہرگز دکھلانہیں سکتا۔یہی وجہ ہے کہ آپؐ کےدشمنوں کے پرانے کینے یکلخت دورہو گئے۔آپؐ کا بڑا بھاری خُلق جس کوآپؐ نے ثابت کر کے دکھلا دیا وہ خُلق تھا جوقرآن شریف میں ذکر کیا گیا ہے۔اوروہ یہ ہے﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ (الانعام:163) یعنی ان کوکہہ دے کہ میری عبادت اورمیری قربانی اورمیرامرنااورمیراجینا خدا کی راہ میں ہے۔یعنی اس کا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور نیز اس کے بندوں کے آرام دینے کے لئے ہے تا میرے مرنے سےان کوزندگی حاصل ہو.........“۔

”...... اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے واقعی ہمدردی اورمحنت اٹھانے سے بنی نوع کی رہائی کے لئے جان کووقف کر دیا تھااوردعا کےساتھ اور تبلیغ کےساتھ اور اُن کے جوروجفا اٹھانے کےساتھ اور ہرایک مناسب اورحکیمانہ طریق کےساتھ اپنی جان اور اپنے آرام کو اس راہ میں فدا کر دیا تھا۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے﴿لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ﴾ (الشعراء:4)۔اور﴿فَلَا تَذْھَبْ نَفْسُکَ عَلَیْھِمْ حَسَرَاتٍ﴾(فاطر:9) ۔ کیاتواس غم میں اوراس سخت محنت میں جولوگوں کے لئے اٹھارہا ہےاپنے تئیں ہلاک کردے گا۔اورکیاان لوگوں کے لئے جوحق کو قبول نہیں کرتے توُ حسرتیں کھاکھا کراپنی جان دے گا۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔روحانی خزائن جلد10 صفحہ447-448۔مطبوعہ لندن)

(5)

وسعتِ حوصلہ جودوسخا کامنبع ہے عالی ظرفی عطا وکرم کا سوتا ہے۔

جابر بن عبداللہؓ کے والد جنگِ اُحد میں شہید ہو گئے تھے اس لئے حضور ﷺ کو جابرؓ سے اور جابرؓ کو حضور ﷺ سے ایک خاص تعلق تھا۔اس لئے جابرؓ کو حضور ﷺ کی زندگی کے قریبی مشاہدہ کا موقعہ ملا تھا۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ کبھی بھی توایسانہیں ہوا کہ حضور ﷺ سے کچھ مانگا گیا ہو اور آپؐ نے ”نہیں“ کا لفظ بولا ہو۔

ابن عباسؓ جو حضور ﷺ کے ساتھ دہرا رشتہ رکھنے کی وجہ سے گھر میں بھی آتے جاتے تھے کہتے ہیں کہ آپؐ ساری انسانیت میں سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان المبارک میں تو آپؐ کی سخاوت ایک تیز آندھی کی طرح ہوتی۔

حضرت انسؓ جنہوں نے دس سال تک سفر وحضر میں حضور ﷺ کی خدمت کی سعادت پائی اور آپؐ کی زندگی کے گہرے مشاہدہ کا ان کو موقعہ ملا تھا۔ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک وادی آپؐ کی بکریوں سے بھری ہوئی تھی۔آپؐ نے وہ سب کی سب ایک ہی شخص کو عنایت فرمادیں۔وہ جا کر اپنی قوم سے کہنے لگا مسلمان ہو جاؤ، محمد (ﷺ) اتنا دیتے ہیں کہ اس کے بعد فاقہ کا خطرہ نہیں رہتا۔

حضرت عباسؓ کو ایک دفعہ اتنا سونا دیا کہ ان سے اٹھائے نہیں اٹھتا تھا۔

ایک دفعہ 90 ہزار کی رقم آئی وہ ایک چٹائی پر رکھوا دی اور دیتے رہے حتیٰ کہ ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے کچھ مانگا۔فرمایا میرے پاس تو جو کچھ تھا ختم ہو گیا ہاں تم میرے نام سے کچھ خرید لو ہمارے پاس جب مال آئے گا ہم ادائیگی کر دیں گے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ جو آپؐ کے پاس نہیں ہے اس کا اللہ نے آپؐ کو مکلّف نہیں کیا۔مگر بحرِ سخاوت کو یہ بات پسند نہ آئی۔ایک انصاری بولے یارسول اللہ! خرچ کیجئے اور خدائے ذوالعرش کی طرف سے کمی کا ڈر نہ کیجئے۔ یہ بات سن کر مسکرائے اور بشاشت آپؐ کے چہرہ مبارک پر چھلکنے لگی۔

ایک خاتون اپنے ہاتھ سے آپؐ کے لئے جوڑا پہننے کا بنا کر لائیں اور پیش کیا۔حضور ﷺ کو اس کی ضرورت بھی تھی پہن کر باہر تشریف لائے۔ایک شخص نے دیکھ کر پسند کیا اور عرض کیا مجھے دے دیں۔فرمایا: اچھا۔اندر تشریف لے گئے اتار کر تہہ کر کے بھجوا دیا۔ دوسرے صحابہؓ نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ حضور ﷺ کو اس وقت لباس کی ضرورت تھی اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ آپؐ کسی مانگنے والے کو انکار نہیں کرتے۔اس غریب نے معذرت کی کہ مَیں نے اپنے کفن کے لئے بطور تبرّک مانگا تھا۔معوذ بن عفراء نے پلیٹ بھر کر کھجور اور ککڑیاں پیش کیں اس کو ہاتھ بھر کو سونا اور زیور دیا۔

یہ تو ظاہری جودوسخا کی جھلکیاں تھیں مگر آپؐ کا سینہ مبارک جس طرح روحانی فیوض کا کُل انسانیت کے لئے مخزن ومنبع تھا اس کا نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کشفی نظر سے یوں کھینچتے ہیں:

’’مَیں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت ﷺ کی طرف جاتے ہیں اور پھر وہاں جا کر آنحضرت ﷺ کے سینے میں جذب ہو جاتے ہیں اور وہاں سے نکل کر ان کی لا انتہا نالیاں ہو جاتی ہیں اور بقدر حصہّ رسدی ہر حقدار کو پہنچتی ہیں۔یقیناً کوئی فیض بدوں آنحضرت ﷺ دوسروں تک پہنچ نہیں سکتا۔ درود شریف کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کے اس عرش کو حرکت دینا ہے جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں۔جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے وہ کثرت سے درود شریف پڑھا کرے تا کہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو‘‘۔ (الحکم مورخہ 28؍ فروری 1903ء)

(6)

حضور ﷺ کی عالی ظرفی اور وسعتِ حوصلہ کی ایک جھلک اُن دعاؤں کے الفاظ میں بھی نظر آتی ہے جو تفصیل کے ساتھ کتب احادیث وسیرۃ میں مندرج ہیں۔

یہ مضمون اپنی ذات میں تفصیلی خطاب کا موضوع بن سکتا ہے۔دعاؤں کے ان الفاظ میں جو وسعتِ، جامعیّت اور عظمت اور پھر حددرجہ فروتنی ہے وہ ایک وسیع قلب اور عظیم سینہ کی غماز ہے`بطور نمونہ ایک مثال ہے کہ دوس قبیلہ نے سرکشی کی حدود سے تجاوز کیا`خود دوس قبلیہ سے مسلمان ہونے والوں نے عرض کی یارسول اللہ! دوس پر بددعا کا وقت ہے۔عرب کے قبائل تعصّب کو مدّنظر رکھ کر یہ درخواست غیر معمولی نوعیت کی ہے۔مگر حضور ﷺ نے وسعتِ حوصلہ سے اس درخواست کا یہ جواب دیا: اَللّٰھُمَّ اھْدِ دَوْسًا وَأْتِ بِھِمْ اے اللہ دوس کو ہدایت دے اور انہیں ادھر لے آ۔

سارے مذاہب اپنے اصل کے لحاظ سے ایک ہی منبع سے نکلے ہیں اور باوجود بگڑ جانے کے ان کی کتب میں صداقت کی جھلکیاں بھی ملتی ہیں اور ان کتب میں دعائیں بھی ہیں مگر اس عاجز کو کسی کتاب میں جانوروں کے حق میں دعا پڑھنے کا موقعہ نہیں ملا۔مگر حضور ﷺ کے بے نظیر سینہ ودل میں جانوروں کی تکلیف کا جو احساس تھا وہ اس دعا کی شکل میں بھی ظاہر ہوا: اَللّٰھُمَّ اَسْقِ عِبَادَکَ وَبَھَائِمَکَ۔بندے بھی تیرے ہیں چارپائے بھی تیرے ہیں ان کو بھی سیر فرما۔

(7)

وسعتِ حوصلہ کا ایک امتحان اس وقت ہوتا ہے جب کسی صاحبِ کمال کے سامنے کسی اور صاحبِ کمال کی مدح کی جائے اور بڑے بڑے صاحبِ کمال ایسے موقعہ پر اپنی عالی ظرفی کے باوجود خم کھا جاتے ہیں۔

حضور ﷺ نہائت بلند حوصلگی کے ساتھ اس نازک مقام سے گزرے۔ایک طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپؐ کو سیّدِ وُلدِ آدم کا خطاب ملا۔آپؐ اوّلین وآخرین سے بلندتر قرار دئے گئے۔قَابَ قَوْسَیْن اور سدرۃ المنتہیٰ آپؐ کا مقام ٹھہرا۔اور ساتھ ہی بارگاہ الوہیت سے یہ ارشاد بھی ملا کہ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ کہ اس مقام کو خوب کھول کر بتا دو۔اس لئے جہاں عقیدہ و نظریہ کے لحاظ سے کسی کو غلط فہمی پیدا ہوسکتی تھی وہاں حضور ﷺ نے فاصدع کی تعمیل خوب کھول کر اپنے مقام کی وضاحت فرمادی۔روائت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ میں سے کچھ بیٹھے یہ تذکرہ کر رہے تھے کہ اللہ نے ابراہیمؑ کو اپنا دوست بنایا، موسیٰؑ سے خوب کُھل کر کلام کیا، عیسیٰؑ اللہ کا ایک کلمہ اور اس کی طرف سے آنے والی ایک روح ہے، آدمؑ کو اللہ نے برگزیدہ بنایا۔حضور ﷺ نے ان کی گفتگو سنی ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں نے تمہاری گفتگو اور تمہارا اظہار تعجب سنا۔ابراہیمؑ کو اللہ نے دوست بنایا ہے بیشک ایسا ہی ہے۔موسیٰؑ اللہ کا ہمراز ہے، درست ایسا ہی ہے۔ عیسیٰؑ اللہ کا کلمہ اور اس کی طرف سے ایک روح ہے، ٹھیک ایسا ہی ہے۔آدمؑ کو اللہ نے برگزیدہ بنایا ہے صحیح ایسا ہی ہے اور سنو! اَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ میں خدا کا محبوب ہوں مگر مجھے کوئی غرور نہیں۔وَأَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ اور قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور کیا آدمؑ اور کیا دوسرے سب اس کے نیچے ہوں گے مگر کوئی غرور نہیں۔ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ شَفِیْعٍ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ اور قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا مَیں ہوں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائیگی اور کوئی غرور نہیں۔وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یُّحَرِّکُ حَلْقَ الْجَنَّۃِ فَیَفْتَحُ اللّٰہُ لِیْ فَیُدْخِلُنِیْھَا وَمَعِیَ فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا فَخْرَ اور سب سے پہلے میں جنت کی کنڈی کو حرکت دوں گا اور اللہ میرے لئے کھولے گا اور مجھے اس میں داخل کرے گا اور غریب مومن میرے ساتھ ہوں گے مگر مجھے غرور نہیں۔ وَاَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَلَا فَخْرَ اور میں اوّلین و آخرین میں سب سے زیادہ مکرم ہوں اور اس میں غرور کی کوئی بات نہیں۔

مگر خدائی حکم کے ماتحت اپنے مقام کو کھول کر بیان کرنے کے بعد آپؐ کی وسعتِ حوصلہ کا یہ تقاضا بھی ہوا کہ جب ایک یہودی نے یہ فقرہ کہا کہ مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے موسیٰؑ کو ساری انسانیت پر فضلیت دی ہے اور ایک مسلمان کے جذبات کو شدید ٹھیس پہنچی تو حضور ﷺ نے یہودی کو نہیں بلکہ مسلمان کو تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن جب ساری انسانیت پر الٰہی تجلّی بے ہوشی کیفیت میں چلی جائے گی اور سب سے پہلے مَیں ہوش میں آؤں گا تو دیکھوں گا کہ موسیٰ ہوش میں کھڑے عرش کے پائے کو تھامے ہوئے ہیں۔ایک موقعہ پر کسی نے حضور ﷺ کو مخاطب کر کے کہا! یَا خَیْرَ الْبُشَرِ۔فرمایا: یہ تو ابراہیم کا مقام ہے۔ایک اور موقعہ پر اس حد تک وسعتِ حوصلہ کا اظہار فرمایا کہ ارشاد کیا کہ یونس بن متیٰ پر بھی میری فضلیت کا تذکرہ نہ کرو۔

(8)

وُسعتِ حوصلہ کا ایک امتحان بڑی بڑی عظیم الشان مہمات وواقعات کے موقعہ پر نہیں بلکہ روزمرّہ زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس وقت ہوتا ہے جب انسان دوسروں کی موجودگی میں کسی embarrassing صورت حال میں مبتلا ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ وسعتِ حوصلہ کا یہ امتحان بڑی بڑی مہمات سے بھی کڑا ہوتا ہے۔ حضور ﷺ ایک مرتبہ نماز کے لئے تشریف لائے، صفیں بنا لی گئیں اقامت کہہ دی گئی حضور ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوگئے اور اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ کر نماز شروع فرمانے کو تھے کہ فرمایا ابھی ٹھہرو گھر تشریف لے گئے غسل فرمایا، واپس تشریف لائے۔صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ تازہ غسل کی وجہ سے سر کے بالوں سے پانی کے قطرات ٹپک رہے ہیں۔ایسی حسّاس طبیعت کے لئے جس کے بارہ میں دیکھنے والے کہتے ہیں کَانَ اَشَدَّ حَیَآءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِیْ خَدْرِھَا کا اس امتحان میں کامیاب ہونا ایک بڑی فضلیت ہے۔

اہلِ کمال کے لئے اپنے سے کم علم والوں کے سامنے اپنی عدمِ ناواقفیت کا اقرار کرنا دوبھر ہوتا ہے۔ حضور ﷺ جب مکہّ کے تجارتی شہر سے مدینہ کے زرعی معاشرہ میں تشریف لائے تو مدینہ والوں کو کھجور کے نر درختوں سے مادہ درختوں پر pollinisation کرتے دیکھا تو فرمایا ایسا کیوں کرتے ہو؟ انصارِ مدینہ تو فدائی تھے انہوں نے pollinisation ترک کر دی۔اگلے سال درختوں پر پھل نہ آیا۔ذکر ہوا تو حضور ﷺ نے بے تکلف فرمایا: اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ تم اپنی دنیا کے کاموں کو بہتر جانتے ہو۔

نماز میں سہو پر فرمایا میں بھی بشر ہوں بھولتا ہوں، بھلایا جاتا ہوں۔جبریل علیہ السلام مجلس میں آئے، سوالات پوچھے گئے۔حضور ﷺ جواب دیتے گئے جب اس سوال پر پہنچے مَتَی السَّاعَۃُ وہ ساعت کب آئے گی؟ فرمایا مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ علم اس بارہ میں نہیں رکھتا۔

پبلک کی موجودگی میں کوئی embarassing واقعہ ضبط نفس اور وسعتِ حوصلہ کی سخت آزمائش لے کر آتا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں ایک بدو آیا حضور ﷺ اس وقت ایک ایسی چادر اوڑھے ہوئے تھے جس کا کنارہ سخت اور کھردرا تھا۔بدّو نے بڑے زور سے چادر کھینچی کہ آپؐ کی گردن مبارک کی لطیف اور نازک جلد پر اس سے جھریوں کے نشان پڑ گئے۔اور اس نے کہا اے محمد (ﷺ) میرے ان دونوں اونٹوں کو اللہ کے اس مال سے بھر دے جو تیرے پاس ہے۔وہ مال نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا۔حضور ﷺ نے اس کو دیکھا اور ہنس پڑے اور فرمایا اس کے ایک اونٹ کو جَو اور دوسرے کو کھجور سے لاد دیا جائے۔

زیدؓ بن سعد مسلمان ہونے سے پہلے آئے اور حضور ﷺ سے اپنے قرض کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ اگرچہ ابھی مقررہ مدت میں تین دن باقی تھے زیدؓ بن سعد نے آ کر آپؐ کے شانہ مبارک سے کپڑا کھینچ لیا اور بڑی سختی کا اظہار کیا اور یہ چھوٹا طنز بھی کیا کہ تم عبدالمطلب کے خاندان والے قرض کی واپسی میں ٹال مٹول سے کام لیتے ہو۔حضرت عمرؓ نے زید کو ڈانٹا مگر حضور ﷺ مسکراتے رہے اور فرمایا: عمرؓ مَیں اور یہ تم سے کسی اور رویّہ کے زیادہ محتاج ہیں۔تم مجھے قرض کی احسن ادائیگی کی تلقین کرو اور اسے احسن طریق سے مطالبہ کی تلقین کرو۔پھر حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ اس کا قرض ادا کر دیا جائے اور بیس صاع زیادہ بھی دیا جائے کہ تم نے اس کو ڈانٹا تھا۔ یہی واقعہ زیدؓ بن سعد کے اسلام کا باعث ہوگیا۔

حنین سے واپسی پر ایک جگہ لوگ اکٹھے ہوگئے اور حضور ﷺ سے مانگنے لگے۔یاد رہے کہ اس موقعہ پر حضورؐ کے ہمراہ اتنا بڑا لشکر تھا کہ اس سے پہلے اتنا لشکر اکٹھا نہ ہوا تھا۔ان لوگوں نے حضور ﷺ کو گھیر لیا اور اپنے مطالبات میں اتنا دباؤ ڈالا کہ حضورؐ کو کیکر کے ایک جھنڈ کے پاس جانے پر مجبور کر دیا اور اس ہنگامہ میں جو چادر حضورؐ نے اوڑھی ہوئی تھی وہ بھی اُچک لی گئی۔آپؐ نے فرمایا میری چادر تو مجھے دے دو۔اگر میرے پاس ان کیکر کے درختوں جتنے اونٹ ہوں تو بھی تم میں تقسیم کر دوں گا اور تم مجھے بخیل، غلط بیان اور بزدل نہیں پاؤ گے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors

1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG

Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005

Mobile: 0780-3298065 Fax: 020 8871 9398

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تاریخی دورۂ بھارت کی مختصر جھلکیاں

{ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورہ بھارت کی جو رپورٹ الفضل انٹرنیشنل کے 24/ مارچ 2006ء کے شمارہ میں شائع ہوئی ہے اس میں 15/ جنوری کی رپورٹ میں دوپیرا گراف سہواً اشاعت سے رہ گئے ہیں۔ ادارہ اس سہوپر معذرت خواہ ہے اور ریکارڈ کی درستی کے لئے 15/ جنوری 2006ء کی رپورٹ دوبارہ ہدیۂ قارئین ہے۔ }

15/ جنوری 2006ء بروز اتوار:

صبح چھ بجکر ۲۵ منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد مبارک تشریف لا کر نماز فجر پڑھائی۔ نماز فجر کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔

قادیان دارالامان سے واپسی کا سفر

آج پروگرام کے مطابق اڑھائی بجے دوپہر قادیان دارالامان سے براستہ امرتسر بذریعہ ٹرین دہلی کے لئے روانگی تھی۔ آج قادیان سے واپسی کا دن تھا۔ قافلے کا سارا سامان بذریعہ سڑک دہلی جانا تھا۔ جس کے لئے ایک سپیشل بس حاصل کی گئی تھی۔ بس کی روانگی کا پروگرام صبح ساڑھے نو بجے تھا۔

صبح سوا نو بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائش گاہ سے باہر تشریف لائے اور اس بس کے اندر تشریف لے گئے جس میں سارا سامان رکھا گیا تھا۔ حضور انور نے جائزہ لیا اور دریافت فرمایا کہ سارا سامان مکمل آ گیا ہے۔

حلقہ مسجد مبارک کے گھروں کا وزٹ

اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ازراہ شفقت حلقہ مسجد مبارک کے درج ذیل گھروں میں تشریف لے گئے۔

محفوظ الرحمٰن صاحب فانی ابن عبید الرحمان صاحب فانی درویش قادیان۔ مبارک احمد کارکن انجمن احمدیہ۔ نعمان احمد ظفر صاحب ابن فضل الرحمٰن صاحب درویش مرحوم۔ ریحان احمد ظفر صاحب۔ فرید احمد امروہی صاحب۔ حفیظ گجراتی صاحب۔ منور شاہد ابن خلیل الرحمٰن صاحب درویش مرحوم۔ طاہر فانی صاحب۔ رفیق امینی صاحب ابن شریف احمد امینی صاحب مرحوم۔ صدیق احمد امینی صاحب مرحوم۔ جمیل احمد امینی صاحب۔ برکت علی صاحب درویش۔ شیخ محمود احمد صاحب استاذ جامعہ احمدیہ۔ انور اقبال چیمہ صاحب کارکن اصلاح وارشاد۔ طاہر احمد چیمہ صاحب استاذ جامعہ۔ بیوہ منظور احمد صاحب درویش مرحوم۔ مبارک چیمہ صاحب۔ محمد دین صاحب بدر درویش مرحوم۔ منور احمد بدر صاحب ابن محمد دین بدر صاحب درویش مرحوم۔ محمد ابراہیم صاحب درویش مرحوم۔ مبشر احمد بٹ صاحب استاذ جامعہ احمدیہ۔ منور اسلم صاحب ابن یونس احمد اسلم صاحب درویش مرحوم۔ عبدالمومن مالا باری صاحب۔ بدر الدین عامل صاحب درویش۔ نصیر احمد عارف صاحب۔ قاری نواب احمد صاحب استاذ جامعہ احمدیہ۔ محمد سعید انور صاحب مرحوم۔ اسد اللہ مہرانی صاحب۔ مظفر احمد ناصر صاحب استاذ جامعہ۔ منصور احمد صاحب استاذ جامعہ۔ کریم الدین صاحب کارکن وقف جدید۔ مظفر احمد پونچھی صاحب کارکن اخبار البدر۔ قمر الدین صاحب مرحوم۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز باری باری ان تمام گھروں میں تشریف لے گئے اور ہر گھر میں کچھ دیر کے لئے قیام فرمایا۔ حضور انور نے ازراہ شفقت بچوں کو چاکلیٹ عطا فرمائے۔ اور اہل خانہ نے حضور انور کے ساتھ تصویر بنوانے کا شرف پایا۔ آج جہاں ان مکینوں کے چہرے خوشی ومسرت سے معمور تھے ان کے گھر بھی برکتوں سے معمور تھے۔ پیارے آقا کے مبارک قدم ان کے گھروں کی زینت بن چکے تھے۔ ہر کوئی اپنی اس خوش نصیبی پر خوش اور نازاں تھا۔

ان 31 گھروں کے وزٹ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی رہائشگاہ دارالمسیح تشریف لائے اور اپنے دفتر تشریف لے آئے جہاں مختلف گروپس کی صورت میں درج ذیل جماعتی عہدیداران اور کارکنان نے حضور انور کے ساتھ تصاویر بنوائیں۔

1۔ نائب ناظران صدر انجمن احمدیہ قادیان 2۔ کارکنان شعبہ ملاقات 3۔ کارکنان ہومیو پیتھک ٹیم 4۔ کارکنان فضل عمر پریس قادیان 5۔ کارکنان اخبار البدر 6۔ ٹیم حفاظت خاص ربوہ 7۔ کارکنان بیت المال آمد۔

تصاویر کے اس پروگرام کے بعد حضور انور نوافل کی ادائیگی کے لئے بیت الدعا تشریف لے گئے ۔ ایک بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد مبارک میں تشریف لا کر ظہر وعصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ قادیان دارالامان کے موجودہ سفر کی یہ آخری نمازیں تھیں جو حضور انور نے مسجد مبارک میں پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

قادیان سے روانگی

قادیان دارالامان سے روانگی اور اس پیاری بستی سے الوداع ہونے کا وقت قریب آ رہا تھا۔ اڑھائی بجے حضور انور اپنی رہائشگاہ سے باہر تشریف لائے اور روانگی سے قبل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر دعا کے لئے بہشتی مقبرہ تشریف لے گئے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے لمبی اور پرسوز دعا کی۔

قادیان کے سارے احباب مرد وخواتین، بچے بوڑھے حضور انور کو الوداع کہنے کے لئے احمدیہ گراؤنڈ میں جمع تھے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مزار مبارک پر دعا کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ احمدیہ گراؤنڈ میں تشریف لائے جہاں سارا قادیان جمع تھا۔ الوداع کا یہ منظر بڑا ہی پرسوز تھا۔ ہر آنکھ اشکبار تھی۔ سبھی ہاتھ حضور انور کو الوداع کہنے کے لئے بلند تھے۔ بچے، بچیاں، خواتین، مرد سبھی رو رہے تھے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سب کے پاس سے گزرتے ہوئے اپنا ہاتھ بلند کر کے سب کو السلام علیکم کہا۔ نوجوان مسلسل نعرے بلند کر رہے تھے۔ حضور انور اپنے ہاتھ ہلاتے ہوئے اور اس پیاری بستی کے مکینوں کے پاس سے گزرتے ہوئے اس جگہ تشریف لائے جہاں گاڑیوں پر بیٹھ کر امرتسر کے لئے روانگی تھی۔

آج کا یہ ماحول بھی اداس تھا اور آج کا یہ دن بھی اُداس تھا۔ جہاں اہالیان قادیان اپنے پیارے آقا کی جدائی پر افسردہ تھے وہاں ان کے پیارے آقا کی کیفیت بھی اس پیاری اور مقدس بستی سے جدائی پر ان سے بہت بڑھ کر اداس تھی۔ آخر قادیان سے جدائی کا لمحہ آ پہنچا۔ حضور انور نے بڑی لمبی پُرسوز دعا کروائی۔ ہر طرف سے سسکیوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اسی حال میں حضور انور نے بلند آواز سے سب کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا اور قادیان سے براستہ بٹالہ امرتسر کے لئے روانگی ہوئی۔

قادیان سے بٹالہ کا فاصلہ 18 کلومیٹر ہے۔ قادیان سے بٹالہ جاتے ہوئے 13 کلومیٹر کے فاصلہ پر سڑک کے کنارے ایک پیپل کا درخت ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام قادیان سے بٹالہ جاتے ہوئے اور واپس آتے ہوئے یہاں رُک کر اس درخت کے نیچے آرام فرمایا کرتے تھے۔ اور یہاں پانی وغیرہ پی کر آگے سفر فرماتے تھے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا جنازہ جب لاہور سے بذریعہ ریل بٹالہ پہنچا تو صحابہ کرامؓ بٹالہ سے قادیان 18 کلومیٹر حضورؑ کا جنازہ مبارک اپنے کندھوں پر اٹھا کر لائے۔ راستہ میں اسی درخت کے نیچے کچھ دیر کے لئے رکے۔ جنازہ رکھا۔ اور یہاں نماز فجر ادا کی گئی۔ اس کے بعد پھر قادیان کے لئے روانہ ہوئے۔

جماعت نے اس درخت کے ساتھ ایک شیڈ بنا دیا ہے اور ساتھ ایک نلکا بھی لگا دیا ہے تا کہ آنے جانے والے مسافر یہاں آرام کر سکیں اور پانی سے استفادہ کر سکیں۔ درخت کے گرد بھی ایک پختہ گول پلیٹ فارم بنا دیا گیا ہے جس پر بیٹھ کر آرام کیا جا سکتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز قادیان سے روانہ ہونے کے بعد یہاں کچھ دیر کے لئے رکے اور اس جگہ کو دیکھا۔ اس درخت کے ایک طرف سڑک (مین روڈ) ہے اور دوسری طرف کھیت ہیں۔ پھر آگے جا کر آبادی ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے منتظمین سے فرمایا کہ اگر یہاں یہ کچھ جگہ ہمیں دیتے ہیں تو ہم یہاں ایک سرائے بنا دیں گے۔

قادیان سے امرتسر تک کے اس سفر کے دوران پولیس کی سیکورٹی گاڑیاں قافلہ کے ساتھ تھیں۔ صوبہ پنجاب گورنمنٹ کے وزیر PWD پرتاپ سنگھ باجوہ صاحب بھی حضور انور کو الوداع کہنے کے لئے امرتسر ریلوے سٹیشن جا رہے تھے۔ موصوف اسی جگہ حضور انور کو آن ملے اور پھر قافلہ میں ساتھ امرتسر گئے۔

چار بج کر پچیس منٹ پر حضور انور امرتسر ریلوے سٹیشن پہنچے اور VIP روم میں تشریف لے گئے۔ وزیر پنجاب گورنمنٹ پرتاپ سنگھ باجوہ صاحب نے حضور انور کے ساتھ VIP روم میں تشریف لے گئے۔ حضور انور نے ان سے مختلف امور پر گفتگو فرمائی اور ان کو بطور تحفہ شیلڈ عطا فرمائی۔

امرتسر ریلوے سٹیشن پر حضور انور کو الوداع کہنے کے لئے احباب کی ایک بڑی تعداد جمع تھی۔ لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو اسٹیشن پر امڈ آیا تھا۔ امرتسر کی انتظامیہ کے بعض سرکردہ احباب بھی حضور انور کو الوداع کہنے کے لئے اسٹیشن پر موجود تھے۔

چار بج کر پچاس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ ٹرین پر سوار ہوئے۔ احباب جماعت مسلسل اپنے ہاتھ ہلا کر حضور انور کو الوداع کہہ رہے تھے۔ پانچ بج کر پانچ منٹ پر "شتابدی ایکسپریس" امرتسر ریلوے سٹیشن سے دہلی کے لئے روانہ ہوئی۔ ریلوے اسٹیشن نعروں سے گونج رہا تھا۔ خدام پلیٹ فارم کے آخر تک اپنے ہاتھ ہلاتے ہوئے گاڑی کے ساتھ ساتھ دوڑتے رہے۔

شام سات بجے گاڑی لدھیانہ ریلوے سٹیشن پر پہنچی جہاں احباب جماعت لدھیانہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کے لئے اسٹیشن پر آئے ہوئے تھے۔ حضور انور ازراہ شفقت گاڑی کے دروازہ پر تشریف لائے اور احباب کو شرف زیارت بخشا۔ یہاں تین منٹ قیام کے بعد گاڑی آگے روانہ ہوئی۔

گاڑی میں حضور انور نے ڈاک ملاحظہ فرمائی۔ مکرم مبارک احمد ظفر صاحب ایڈیشنل وکیل المال لندن نے حضور انور کی خدمت میں قادیان اور ہندوستان کے تعلق میں مختلف معاملات پیش کر کے ہدایات حاصل کیں۔

نو بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے گاڑی میں ہی مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ اذان دینے کی سعادت ایک خادم عطاء اللہ نصرت صاحب کو ملی۔ سوائے چند ایک سیٹوں کے گاڑی کی ایگزیکٹو کلاس کا یہ ڈبہ جماعت نے ریزرو کروایا ہوا تھا۔ قافلہ کے ممبران کے علاوہ امرتسر سے دہلی تک کے اس سفر میں قادیان سے مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ قادیان، بی بی امتہ القدوس صاحبہ، ابراہیم منیب صاحب مع اہلیہ امتہ الرؤف صاحبہ وبچے عزیز ہبۃ الاعلیٰ، عزیزہ حفصہ، عزیزم قاصد وعزیزم حاشر، مکرمہ فرحت صاحبہ اہلیہ محمد احمد ناصر صاحب (نائب افسر حفاظت) مع بیٹا شامل تھے۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ناظران میں سے مکرم نسیم خان صاحب ناظر امور عامہ وخارجہ محمد عارف صاحب ناظر بیت المال خرچ، مولوی جلال الدین صاحب ناظر بیت المال آمد، مولوی برہان احمد ظفر صاحب ناظر نشر واشاعت اور سید تنویر احمد صاحب ناظم وقف جدید شامل تھے۔ علاوہ ازیں صدر صاحب خدام الاحمدیہ بھارت شعیب احمد صاحب اور خدام پر مشتمل ایک سیکورٹی ٹیم بھی اس سفر میں ساتھ شامل تھی۔ صدر انصار اللہ بھارت منیر احمد صاحب خادم ایک روز قبل ہی دہلی پہنچ گئے تھے۔

"شتابدی ایکسپریس" اپنے شیڈول کے مطابق قریباً ساڑے پانچ گھنٹہ کے سفر کے بعد رات دس بج کر چالیس منٹ پر دہلی ریلوے سٹیشن پر پہنچی۔ جہاں دہلی جماعت کی انتظامیہ نے حضور انور کا استقبال کیا۔ حکومت کی طرف سے مہیا کی جانے والی پولیس سیکورٹی بھی اسٹیشن پر موجود تھی جو بعد میں اسٹیشن سے دہلی مشن ہاؤس تک ساتھ رہی۔

دہلی ریلوے سٹیشن سے روانہ ہو کر رات ساڑھے گیارہ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز احمدیہ مشن ہاؤس "مسجد بیت الہادی دہلی" تشریف لائے ۔ مشن ہاؤس میں احباب جماعت دہلی کی ایک بڑی تعداد جمع تھی۔ احباب نے حضور انور کو خوش آمدید کہا۔ حضور انور نے اپنا ہاتھ بلند کر کے سب کو السلام علیکم کہا اور اپنی رہائشگاہ میں تشریف لے گئے۔

اخبار میں کوریج

آج اخبار "امر اجالا" (جالندھر) اور اخبار دینک جاگرن نے 14/ جنوری کو قادیان میں منعقد ہونے والی پریس کانفرنس کی خبریں شائع کیں۔ دونوں اخبارات نے حضور انور کی تصاویر بھی شائع کیں۔

اخبار امر اجالا نے اپنی 15/ جنوری 2006ء کی اشاعت میں مزید لکھا کہ جمعہ کا دن قادیان کے شہر والوں کے لئے عید سے کم نہیں تھا کیونکہ جماعت احمدیہ کے پانچویں خلیفہ حضرت مرزا مسرور احمد بنا کسی مذہبی تفریق کے مختلف محلوں میں جا کر اپنے چاہنے والوں سے ملے۔ مہندر سنگھ باجوہ اور ان کی بیوی نے بتایا کہ جمعہ کا دن ان کے لئے خوشیوں بھرا ثابت ہوا کیونکہ پچھلے چار دن سے وہ خلیفہ کے درشن کرنا چاہتے تھے۔ اُدھر شام لال کے گھر پر بھی خلیفہ کے پہنچنے پر اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں ہو رہا تھا۔

❁❁❁❁❁

خصوصی درخواست دعا

احباب جماعت سے پاکستان میں جملہ اسیران راہ مولا کی جلد از جلد باعزت رہائی نیز مختلف مقدمات میں ملوث افراد جماعت کی باعزت بریت کے لئے دردمندانہ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان بھائیوں کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور ہر شر سے بچائے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِيْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD,
LONDON SW19 3TL U.K.

''الفضل ڈائجسٹ'' کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

صحابہ رسولؐ کا انفاق فی سبیل اللہ اور ایثار

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 14 فروری 2005ء میں شامل اشاعت مکرم عبدالسمیع خانصاحب مضمون میں آنحضور ﷺ کے صحابہؓ کے انفاق فی سبیل اللہ اور ایثار سے متعلق واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! اجر کے لحاظ سے سب سے بڑا صدقہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: سب سے بڑا صدقہ یہ ہے کہ تُو اس حالت میں صدقہ کرے کہ تو تندرست ہو اور مال کی ضرورت اور حرص رکھتا ہو، غربت سے ڈرتا ہو اور خوشحالی چاہتا ہو۔ صدقہ و خیرات میں ایسی دیر نہ کر یہاں تک جب جان حلق تک پہنچ جائے تو تُو کہے فلاں کو اتنے دے دو اور فلاں کو اتنا۔ حالانکہ وہ مال اب تیرا نہیں رہا وہ تو فلاں کا ہو ہی چکا یعنی اب تیرے اختیار سے نکل چکا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ کا بنیادی جزو ایثار ہے۔ اور سب سے افضل انفاق وہ ہے جب انسان مزید کا طلبگار ہو مگر اپنی ضروریات اور خواہشات کا قلع قمع کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنا مال اور دولت قربان کردے۔

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کو ایک چادر کی شدید ضرورت تھی۔ ایک صحابیہ نے اپنے ہاتھ سے چادر بن کر آپؐ کی خدمت میں پیش کی۔ آپؐ اسے زیب تن کر کے صحابہ کی مجلس میں آئے تو آپؐ کے جسم مبارک پر وہ بہت جچ رہی تھی۔ مگر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ چادر مجھے دیدیں۔ رسول اللہؐ جب مجلس سے واپس تشریف لے گئے تو چادر ان کو بھجوادی۔ دوسرے صحابہؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے بہت ناراض ہوئے کہ انہوں نے چادر کیوں مانگی مگر انہوں نے کہا کہ میں نے تو یہ چادر اس لئے مانگی تھی کہ مجھے بطور کفن پہنائی جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

ایک صحابی حضرت ربیعہ الاسلمیؓ غربت کی وجہ سے شادی نہ کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے خود ان کا رشتہ کروایا۔ ولیمہ کا وقت آیا تو حضورؐ نے انہیں فرمایا: عائشہؓ کے پاس جاؤ اور آٹے کی ٹوکری لے آؤ۔ وہ فرماتے ہیں میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا تو انہوں نے بتایا کہ اس ٹوکری میں تھوڑا سا آٹا ہے اور اس کے علاوہ کھانے کی کوئی اَور چیز نہیں لیکن چونکہ حضورؐ نے فرمایا ہے اس لئے لے جاؤ چنانچہ اس آٹے سے ولیمہ کی روٹیاں پکائی گئیں۔

حضرت ابوبصرہ غفاریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں قبول اسلام سے قبل آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور نے مجھے بکری کا دودھ پیش کیا جو آپ کے اہل خانہ کے لئے تھا۔ حضورؐ نے مجھے سیر ہوکر وہ دودھ پلایا اور صبح میں نے اسلام قبول کرلیا۔

ایک بار حضرت علیؓ نے کسی معاملہ میں درخواست کی تو حضور ﷺ نے فرمایا ابھی تو اہل صفہ کا انتظام نہیں ہوا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ میں تمہیں دیدوں اور اہل صفہ کو اس حال میں چھوڑ دوں کہ بھوک سے ان کے پیٹ دہرے ہوتے رہیں۔

یہی سبق تھے جو آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ نے اپنے آقا و مولیٰ سے سیکھے۔

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ کیا آج تم میں سے کسی نے مسکین کو کھلایا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ فوراً اٹھے گھر پہنچے ان کے بیٹے عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا اس سے لے لیا۔ وہ لے کر مسجد گئے اور وہاں ایک سائل ملا تو روٹی کا وہ ٹکڑا اسے دیدیا۔

حضرت دکینؓ بن سعید فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم 440 آدمی تھے اور ہم نے حضورؐ سے غلہ مانگا۔ آپؐ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا اٹھو اور انہیں دو۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میرے پاس تو صرف اتنا ہے جو میرے اور میرے بچوں کے لئے گرمی کے موسم میں کفایت کرے۔ آپؐ نے فرمایا اٹھو اور دو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ان سب لوگوں کو ساتھ لے کر گھر آئے۔ کمرہ کھولا تو وہاں کھجوروں کا چھوٹا سا ڈھیر تھا۔ ہم میں سے ہر آدمی نے اپنی ضرورت کے مطابق اس میں سے لے لیا۔ مگر خدا کی قدرت کے اس ڈھیر میں ذرّہ برابر کمی نہ آئی۔

ایک دفعہ حضرت علیؓ کے پاس کسی سائل نے آکر سوال کیا تو آپ نے حضرت حسنؓ یا حسینؓ سے فرمایا کہ اپنی امّاں سے جا کر کہو میں ان کے پاس چھ درہم چھوڑ آیا ہوں ان میں سے ایک درہم دیدیں۔ چنانچہ وہ صاحبزادے گئے اور واپس آکر کہا کہ اماں جان کہتی ہیں کہ آپ نے آٹا خریدنے کے لئے وہ چھ درہم چھوڑے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بندے کا ایمان سچا نہیں ہوسکتا جب تک کہ بندہ کو اس چیز پر جو اللہ کے قبضہ میں ہو، زیادہ اعتماد نہ ہو بہ نسبت اس چیز کے جو بندے کے قبضہ میں ہو۔ پھر فرمایا کہ جا کر اپنی اماں سے وہ چھ درہم لے آؤ۔ حضرت فاطمہؓ نے وہ رقم بھیج دی اور حضرت علیؓ نے وہ چھ کے چھ درہم اس سائل کو دیدیئے۔

اسی طرح ایک مسکین نے حضرت عائشہؓ سے کچھ مانگا۔ اس دن آپ روزہ سے تھیں اور گھر میں سوائے ایک چپاتی کے اور کچھ نہ تھا۔ آپ نے اپنی خادمہ سے فرمایا یہ روٹی سائل کو دیدو۔ خادمہ نے کہا کہ پھر آپ کس چیز روزہ افطار کریں گی حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ روٹی ضرور اس سائل کو دیدی جائے۔

ایک دفعہ کسی مسکین نے حضرت عائشہؓ سے کھانا طلب کیا۔ ان کے سامنے انگور کا ایک خوشہ رکھا ہوا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے ایک آدمی سے کہا کہ یہ خوشہ اٹھا کر سائل کو دے دو۔ اس آدمی نے تعجب کیا مگر آپ نے یہ آیت پڑھی: فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَه اگر کوئی ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا تو اس کا بدلہ پائے گا۔

ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے۔ شام ہونے تک آپ نے سب کے سب تقسیم کردیئے۔ اس دن آپ کا روزہ بھی تھا۔ افطاری کا وقت آیا تو لونڈی نے کہا کہ گھر میں آج افطاری کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک بار بیمار تھے۔ آپ نے فرمایا: میرا دل مچھلی کھانے کو چاہتا ہے۔ لوگوں نے آپ کے لئے مچھلی تلاش کی۔ بڑی تلاش کے بعد صرف ایک مچھلی ملی جسے ان کی بیوی حضرت صفیہ نے کھانے کے لئے تیار کر دیا اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سامنے پیش کیا۔ اتنے میں ایک مسکین آیا اور حضرت ابن عمرؓ کے پاس آکر کھڑا ہوگیا۔ انہوں نے مچھلی اٹھا کر اسے دیدی۔ گھر والوں نے عرض کیا کہ آپ نے تو ہمیں اس مچھلی کی تلاش میں تھکا دیا تھا، ہم مسکین کو درہم دیدیتے ہیں، وہ درہم اس کے لئے مچھلی سے زیادہ مفید ہوگا، آپ مچھلی کھا کر اپنی خواہش پوری کیجئے۔ مگر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اس وقت میرے نزدیک یہی مچھلی محبوب ہے اور مَیں اِسے ہی صدقہ کروں گا۔

حضرت سعید بن عامرؓ ایک دفعہ شدید مالی مشکلات کا شکار ہوگئے۔ حضرت عمرؓ کا دورِ خلافت تھا جب ان کو معلوم ہوا تو انہوں نے ایک ہزار دینار حضرت سعیدؓ کو بھجوادیئے۔ وہ یہ دینار لے کر اپنی بیوی کے پاس آئے اور واقعہ بتایا۔ بیوی نے کہا آپ اس رقم سے کچھ کھانے پینے کا سامان اور غلہ خرید لیں۔ فرمانے لگے کیا میں تجھے اس سے بہتر بات نہ بتاؤں۔ ہم اپنا مال اس کو دیتے ہیں جو ہمارے لئے تجارت کرے اور ہم اس کی آمدنی سے کھاتے رہیں اور اس مال کی ضمانت بھی وہی دے۔ بیوی نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ حضرت سعیدؓ بن عامر نے وہ تمام دینار اللہ کی راہ میں خرچ کر دیے اور تنگی اور ترشی میں گزارہ کرتے رہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں بہت زیادہ مبتلائے مشقت ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا آج کی رات اسے کون مہمان کے طور پر ٹھہرائے گا۔ حضرت ابوطلحہؓ انصاری نے کھڑے ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ میں۔ چنانچہ وہ اسے گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے پوچھا کچھ کھانے کے لئے ہے؟ اس نے کہا سوائے بچوں کے کھانے کے اَور کچھ نہیں۔ انہوں نے بیوی سے کہا: بچوں کو کسی چیز سے بہلا دے اور جب وہ شام کا کھانا مانگیں تو انہیں سلا دے۔ اور جب ہمارا مہمان اندر آئے تو چراغ بجھا دینا۔ چنانچہ انہوں نے مہمان کی آمد پر چراغ گل کر دیا اور بچوں کو سلا دیا اور خود دونوں میاں بیوی مہمان کے ساتھ بیٹھ کر اندھیرے میں منہ ہلاتے رہے گویا کھانا کھا رہے ہیں۔ اس طرح گھر کے سب لوگ فاقہ سے رہے اور مہمان نے سیر ہوکر کھانا کھایا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو وحی کے ذریعہ سے اس واقعہ کی خبر دی۔ حضورؐ نے صبح حضرت ابوطلحہؓ کو بلایا اور ہنستے ہوئے فرمایا کہ رات تم نے مہمان کے ساتھ کیا کیا۔ اللہ تعالیٰ کو تم دونوں کی یہ بات بہت پسند آئی ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک جمعہ کو ایک بدحال شخص مسجد میں داخل ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی خاطر صدقہ کی تحریک فرمائی۔ صحابہؓ نے کچھ کپڑے پیش کئے تو رسول اللہؐ نے وہ کپڑے اسے دیدیئے۔ اگلے جمعہ کو وہ پھر آیا اور رسول اللہؐ نے جب صدقہ کی تحریک کی تو اس نے دو کپڑوں میں سے ایک پیش کر دیا۔ مگر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم اپنا کپڑا اٹھالو۔

حضرت جریرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک غریب قوم کے لوگ حاضر ہوئے جو ننگے پاؤں اور ننگے بدن تھے۔ ان کی حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر تھا اور آپ نے صحابہؓ کو جمع کر کے خطاب کیا اور ان کے لئے صدقہ کی تحریک فرمائی۔ صحابہؓ نے دینار، درہم، کپڑے اور جو اور کھجور صدقہ کیا یہاں تک کہ کپڑوں اور غلے کے دو ڈھیر جمع ہوگئے۔ حضرت جریرؓ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہؐ کا چہرہ یہ منظر دیکھ کر سونے کی ڈلی کی طرح چمک رہا تھا۔

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 24 مارچ 2005ء میں شائع ہونے والی مکرم سلیم شاہجہانپوری صاحب کی ایک نظم بعنوان ''کون ہے جو قوت پرواز دیتا ہے مجھے'' سے انتخاب ملاحظہ فرمائیں:

جوش وشوق و جذبۂ پرواز دیتا ہے مجھے
دل کے گوشوں سے کوئی آواز دیتا ہے مجھے
مجھ سے جو سرگوشیاں کرتا تھا خلوت میں کبھی
اب فضاؤں سے وہی آواز دیتا ہے مجھے
سربلندی کی فضاؤں میں پہنچ جاتا ہوں میں
کون ہے جو قوتِ پرواز دیتا ہے مجھے
خواہش دشمن ہے میں ہوجاؤں رسوا وذلیل
اور وہ اعزاز پر اعزاز دیتا ہے مجھے

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۳۰ ستمبر ۲۰۰۵ء میں شامل اشاعت مکرم طارق بشیر صاحب کی ایک نظم سے انتخاب ملاحظہ فرمائیں:

ہر زماں تک روشنی اور ہر مکاں تک روشنی
روشنی ہی روشنی کون و مکاں تک روشنی
آستاں کی رفعتوں سے آسماں تک روشنی
کہکشاں کی وسعتوں سے لامکاں تک روشنی
روشنی کی ضوفشانی دائرہ در دائرہ
دائروں کی وسعتوں کے درمیاں تک روشنی
چارسُو پھیلی ہیں اس کے نُور کی پرچھائیاں
پھر بھی کہتا ہے تو انساں، ہے کہاں تک روشنی

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 13 | Friday March 31, 2006 | Issue No. 13

حاصل مطالعه

دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت

لدھیانہ میں فتنہ دجال

عہد حاضر میں خاتم النبیین ، خاتم العارفین ، خاتم المومنین حضرت محمد عربی ﷺ کی حقانیت کے بے شمار نشانوں میں سے یہ بھی ہے کہ آنحضور نے باب لدّ (لدھیانہ) کو دجال اور مسیح موعود کی معرکہ آرائیوں کا مرکز قرار دیا۔ (ترمذی۔ مسند احمد)

نیز فرمایا کہ "اَنَاحَجِیْجُہٗ" (مسلم) کہ مَیں حجت و برھان سے اس کا مقابلہ کروں گا۔ اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ جہاں 1835ء میں کاسر صلیب کی کدعہ (قادیان) میں ولادت ہوئی وہاں اسی سال لدھیانہ میں صوبہ پنجاب کا پہلا عیسائی مشن قائم ہوا جیسا کہ پادری میرس ویری (MERRIS WHERRY) نے اپنی کتاب (OUR MISSIONS IN INDIA) میں انکشاف کیا ہے۔ لدھیانہ کی کرسچن لٹریچر سوسائٹی نے مسئلہ "حیات مسیح" کی آڑ میں مسلمانوں کو مرتد کرنے کے لئے بے شمار لٹریچر سارے ملک میں شائع کیا جس میں پراپیگنڈہ کیا کہ:-

"محمد صاحب موت کا شکار ہوگئے اور ان کا جسم خاک ہوگیا لیکن یسوع مسیح .... آسمان پر چڑھ گیا اور اپنے لوگوں کو بچانے کے لئے ابدالآباد تک زندہ ہے اور گنہگاروں کی سفارش کرتا ہے .... پیارے بھائیو یسوع مسیح میں پناہ لو اس پر بھروسہ کرو اور اسی کو نجات دہندہ مانو اس سے تم نجات پاؤ گے اور گناہ سے چھوٹ کر یقیناً بہشت میں جاؤ گے"۔

("مسیح یا محمد" صفحہ ۱۲ مطبوعہ ۱۹۰۰ء)

آنحضرت ﷺ نے یہ بھی پیشگوئی فرمائی کہ "سَیَکُوْنُ فِی اُمَّتِیْ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ یُحْدِثُوْنَکُمْ بِبِدْعٍ مِنْ الْحَدِیْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَآ آبَاءُکُمْ فَاِیَّاکُمْ وَ اِیَّاھُمْ لَایُفْتِنُوْنَکُمْ"۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۲ حدیث نمبر ۸۳۹۰)

یعنی میری امت میں بھی دجال و کذاب پیدا ہوں گے جو حدیث کے حوالہ سے ایسی ایسی نئی باتیں پھیلائیں گے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے کبھی نہیں سنی ہوں گی۔ پس ان سے بچ کر رہنا ورنہ وہ تمہیں فتنہ دجالیت میں مبتلا کر دیں گے۔

لدھیانوی مُلّاؤں کا عبرتناک انجام

یہ حدیث علماء زمانہ خصوصاً (مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے دادا) مولوی محمد اور اس کے حقیقی بھائی مولوی عبداللہ اور مولوی عبدالعزیز پر لفظاً لفظاً چسپاں ہوتی ہے کیونکہ یہ سب اوّل المکفرین علماء حیات مسیح کے نظریہ میں عیسائیوں کے ہراول دستہ تھے اور انہوں نے چودہویں صدی کے آغاز ہی میں حضرت مسیح موعودؑ اور حضور کی شاہکار کتاب براہین احمدیہ پر کفر کا فتویٰ لگایا جس پر مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے زبردست تنقید کرتے ہوئے لکھا:-

"لودیانہ کے بعض مسلمانوں کو تو صرف حسد وعداوت ہے جس کے ظاہری دو سبب ہیں ایک یہ کہ اونکو اپنی جہالت (نہ اسلام کی ہدایت) سے گورنمنٹ انگلشیہ سے جہاد اور بغاوت کا اعتقاد ہے... موقع جلسہ دستار بندی دیوبند۔ یہ حضرات بھی وہاں پہنچے اور لنبے لنبے فتوی تکفیر براہین کے لکھ کر لے گئے اور علماء دیوبند و گنگوہ وغیرہ سے ان پر دستخط و مواہیر ثبت کرنے کے خواستگار ہوئے... وہ مولوی عبدالعزیز و مولوی محمد وغیرہ پسران مولوی عبدالقادر ہیں... دوسرا سبب یہ ہے کہ انہوں نے... انجمن رفاہ عام لودہانہ ایک مدرسہ قائم کرنا چاہا تھا اور اس مدرسہ کے لئے لودہانہ میں چندہ جمع ہو رہا تھا کہ ان ہی دنوں مولف براہین احمدیہ باستدعا اہل اسلام لودہانہ میں پہنچ گئے اور وہاں کے مسلمان ان کے فیض زیارت اور شرف صحبت سے مشرف ہوئے ان کی برکات اور اثر صحبت کو دیکھ کر اکثر چندہ والے ان کی طرف متوجہ ہوگئے اور اس چندہ کے بہت سے روپیہ طبع واشاعت براہین احمدیہ کے لئے مولف کی خدمت میں پیشکش کئے گئے اور مولوی صاحبان مذکور تہیدست ہو کر ہاتھ ملتے رہ گئے اس امر نے بھی ان حضرات کو بھڑکایا اور مولّف کی تکفیر پر آمادہ یا"۔

(رسالہ "اشاعت السنہ" جون تا اگست ۱۸۸۴ء صفحہ ۱۷۰، ۱۷۱ حاشیہ)

لدھیانہ کے یہ تینوں ملّا خدا کے قہری نشانوں کا شکار ہوئے۔ مولوی عبداللہ سہارنپور ریلوے اسٹیشن پر ہلاک ہوا اور ایک نیچری کے ہاتھوں سے جس کو یہ لوگ کافر یقین کرتے تھے نہایت ذلت و رسوائی سے قبر میں داخل ہوا۔ مولوی عبدالعزیز سوزاک کے عذاب الیم میں مدت دراز تک مبتلا رہا اور بالآخر انواع واقسام کے دکھوں میں غرق ہو کر راہی ملک عدم ہوا۔ جس کے بعد اس کا بڑا بھائی مولوی محمد (دادا مولوی حبیب الرحمٰن صدر مجلس احرار) حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف ایک رسالہ شائع کر کے بہت جلد لقمۂ اجل ہوگیا۔

(عاقبة المکذبین مولفہ حضرت شہزادہ حاجی عبد المجید احمدی لودھیانوی۔ مطبع قیصر ہند لدھیانہ 1901ء)

انگریزی حکومت کے پروردہ کا شرمناک تمسخر

لدھیانہ کے ان مکفر علماء کے ایک غالی مرید بلکہ پرستار قاضی فضل احمد حنفی نقشبندی مجددی حسنی کورٹ انسپکٹر لودیانہ نے اکتوبر 1899ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب کے جواب میں "کلمہ فضل رحمانی" شائع کی جس کو مولوی محمد نے خراج تحسین ادا کرتے ہوئے لکھا کہ میرے حقیقی بھائی مولوی عبداللہ نے 1301ھ میں فتوی تکفیر شائع کیا۔ (صفحہ 148)

قاضی فضل احمد نے اپنی کتاب میں حکومت برطانیہ کو اکسایا کہ مرزا صاحب مہدی سوڈانی سے بڑھ کر انگریزوں کے دشمن ہیں۔ انہوں نے گورنمنٹ کے ہم مذہب پیرومرشد اور بزرگ عیسائی پادریوں کو دجال ٹھہرایا ہے اور انکو قتل کے لئے آپ مسیح موعود بنے ہوئے ہیں اور گورنمنٹ کے دشمن اور قاتل ہیں۔

(صفحہ ۲۵) مطبوعہ دہلی پنج پریس لاہور)

اس کے مقابل کتاب کے آخر میں ناشر کتاب مولوی محمد فضل الدین مالک اخبار وفادار لاہور نے اعلان کیا کہ:-

"انگریزی گورنمنٹ کی امن پسندی بے تعصبی ہمارے لئے آسمانی برکتوں کی طرح حامی اور مددگار ہے... میرے خلوص اور نیک نیتی کی وجہ سے اسلامی فتح اور نمایاں فتح ہو کر حضور قیصرہ ہند دام ملکھا کی عمر اور حکومت میں ترقی و برکت ہوگی"۔ (صفحہ ۱۶۰)

مصنف "کلمہ رحمانی" نے اپنی کتاب کے صفحہ 33 پر انتہائی حقارت اور تمسخر بھرے الفاظ میں لکھا:-

"مرزا صاحب نے دعا کی اور الہام ہوا کہ میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا بجائے اس کے لڑکی پیدا ہوئی۔ پھر کہا کہ لڑکا ضرور ہوگا جس سے قومیں برکت پاویں گی۔ زمین کے کناروں تک مشہور ہوگا تب لڑکا تو ہوا لیکن ۱۶ ماہ کا ہو کر گمنام اور بے برکت مرگیا اور اپنے باپ ملہم کو کاذب بنا کر الٹا داغ جگر پر دھر گیا.... مرزا صاحب کا الہام میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا تیری محبت دلوں میں ڈال دوں گا۔ (صفحہ ۱۳۴، ازالہ اوہام) برعکس اس کے سخت بے عزتی اور نفرت کے ساتھ دور تک شہرت ہوگئی اور لوگوں کے دلوں میں نہایت شدت کے ساتھ بدرجہ غائت دشمنی اور عداوت پڑگئی"۔

خدائے ذوالجلال کا عالمگیر اعجازی نشان

خدائے ذوالجلال کا یہ کتنا زبردست اعجازی نشان ہے کہ "کلمہ فضل رحمانی" کے مصنف اور دیگر مکفر لدھیانوی ملاّؤں کا نام ونشان مٹ چکا ہے۔ اور تحریک احمدیت کے خلاف ان کی تمام سازشیں سرکاری پشت پناہی کے باوجود ہمیشہ کے لئے پیوند خاک ہوچکی ہیں مگر خاتم الانبیاء ﷺ کے پیارے مہدی موعود علیہ السلام اور خدا کے شیر کی آواز ایم ٹی اے کی بدولت فرش سے عرش تک گونج رہی ہے اور دنیا کے ۱۸۱ ممالک میں کروڑوں احمدی اپنے پر جوش جذبہ ایمان کے ذریعہ جہاد بالقرآن میں مصروف عمل ہیں اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے قائم فرمودہ مشنوں کی برکت سے دنیا کے کنارے بھی حقیقی اسلام کے نور سے جگمگا اٹھے ہیں جس پر 2005ء کے جلسہ سالانہ قادیان دارالامان کا اعجازی نشان مجسم برہان ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کیا خوب فرماتے ہیں۔؎

گڑھے میں تُو نے سب دشمن اتارے
ہمارے کر دئے اونچے منارے
مقابل میں مرے یہ لوگ ہارے
کہاں مرتے تھے پر تُو نے ہی مارے
انہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

اعلان برائے داخلہ جامعہ احمدیہ یوکے برائے سال ۲۰۰۶

جامعہ احمدیہ، یوکے میں ستمبر ۲۰۰۶ میں نئے داخلہ جات ہوں گے۔ جس کی شرائط حسب ذیل ہیں۔

(1) تعلیم: درخواست دہندہ نے یورپ کے کسی ملک سے جی سی ایس ای (GCSE) یا اے لیولز (A-Levels) یا اس کے مساوی تعلیم میں کم از کم 70% فیصد نمبر حاصل کئے ہوں۔

(2) عمر: جی سی ایس سی (GCSE) پاس کرنے والے طالب علم کی عمر 16 سال تک اور اے لیولز (A-Levels) پاس کرنے والے طالب علم کی عمر 18 سال تک ہونی چاہئے۔

(3) میڈیکل رپورٹ: درخواست دہندہ کی صحت کے متعلق ڈاکٹر (GP) کی میڈیکل رپورٹ درخواست کے ساتھ منسلک ہونی چاہئے۔

(4) تحریری ٹیسٹ: درخواست دہندہ کو ایک تحریری ٹیسٹ بھی پاس کرنا ہوگا۔ جس کے لئے 16 سال کی عمر تک کا وقفِ نو کا نصاب (Syllabus) بطور نصاب رکھا گیا ہے۔

(5) زبانی انٹرویو: صرف وہ بچّے جو تحریری ٹیسٹ میں کامیاب ہوں گے انہیں فائنل انٹرویو کیلئے جامعہ، یوکے بلایا جائے گا۔ انٹرویو کی معین تاریخ اور وقت کی اطلاع بعد میں کر دی جائیگی۔

(6) درخواست دینے کا طریقہ: درخواست جامعہ کے تیار کردہ درخواست فارم پر مندرجہ ذیل ضروری کاغذات یا اسناد کے ساتھ دی جانی چاہئے۔ 1۔ درخواست فارم بمعہ تصدیق نیشنل امیر صاحب 2۔ میڈیکل رپورٹ 3۔ جی سی ایس سی/اے لیولز کے سرٹیفیکیٹ کی کاپی 4۔ برتھ سرٹیفیکیٹ کی کاپی 5 ۔ پاسپورٹ کی کاپی

متفرق ہدایات: 1۔ تمام درخواستیں اپنے نیشنل امیر صاحب کے توسط سے پرنسپل جامعہ احمدیہ یوکے کو ارسال کی جائیں۔
2۔ دلچسپی رکھنے والے طلباء روزانہ تلاوتِ قرآنِ کریم کے علاوہ وقفِ نو سلیبس 16 سال تک) کے مطالعہ کی طرف خاص توجہّ دیں تا کہ ان کی عام دینی معلومات بہتر ہوں۔
3۔ اردو اور انگریزی زبان بہتر بنانے کی طرف بھی خاص توجہ دی جائے۔ (پرنسپل جامعہ احمدیہ، یوکے)